# الفرقان

## لا نسخ فی القرآن نمبر

جولائی ۱۹۶۹ء


مدیر مسئول

ابو العطاء جالندھری



جمادی الاولی ۱۳۸۹ ہجری قمری

ماہ وفا ۱۳۴۸ ہجری شمسی

# قرآن کریم کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا

## حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ارشادات

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :

۱- ''تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے ۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی '' ۔ (کشتی نوح ص ۲۳)

۲- ''قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا ''۔ (چشمہ معرفت ص ۲۷)

۳- ''اب کوئی ایسی وحی یا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کا تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو ۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے ۔ تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے '' ۔
(ازالہ اوہام ص ۶۰-۶۱)

۴- ''خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے۔ اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے ''۔ (چشمہ معرفت ۳۲۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ


| | | |
|---|---|---|
| جلد ۱۹<br>شمارہ ۷ | ماہنامہ الفُرقان ربوہ<br>جولائی ۱۹۶۹ء | ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ<br>وفا ۱۳۴۸ہش |


تبلیغی و تعلیمی مجلّہ

# الفرقان ربوہ

## لَانَسۡخَ فِی الۡقُرۡآنِ نمبر

جولائی ۱۹۶۹ء

○

سالانہ چندہ

پاکستان :- ۔۔ ۔۔ ۔۔ چھ روپے

بیرونی ممالک :- ۔۔ ۔۔ تیرہ شلنگ

○

اس نمبر کی قیمت

ایک روپیہ

# فہرست مقالات


• لَانَسۡخَ فِی الۡقُرۡآنِ ہی قرآنی نظریہ ہے (قائلین نسخ کے خیالات پر تبصرہ) — ایڈیٹر ص۲

• نورِ فرقان (نظم) جناب نسیم سیفی — ص۱۳

• مسئلہ ناسخ منسوخ حل ہو گیا — از افاداتِ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ — ص۱۴

• قرآن مجید میں کوئی آیت منسوخ نہیں — جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل — ص۱۶

• تاثیراتِ قرآنی (نظم درثمین) — ص۴۷

• ابو مسلم اصفہانی کا تعارف — جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فاضل — ص۴۹


○


(ایڈیٹر)

**ابوالعطاء جالندھری**

○

اعزازی نائبین

**۱- دوست محمد شاہد مولوی فاضل**

**۲- عطاء المجیب راشد ایم۔اے**

اداریہ

# لَانَسْخَ فِی الْقُرْآن ہی قرآنی نظریہ ہے

## قائلینِ نسخ کے خیالات پر تبصرہ

(۱)

نَسْخِ قُرآن یا نَسْخ فِی آیاتِ الْقُرآن کے نظریہ کی بنیاد وہ **تسامح** اور **تساہل** ہے جو علماء و مفسرین کی ایک جماعت نے اپنی کتابوں اور تفسیروں میں اختیار کیا ہے ورنہ اِس بارے میں سب کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب **قرآن مجید** میں کہیں ذکر نہیں فرمایا کہ اتنی اور فلاں فلاں آیات منسوخ ہیں یا یہ کہ اہلِ ایمان کے لئے آیاتِ قرآنیہ میں نسخ ماننا ضروری ہے۔ اِس پر بھی سب کا **اتفاق** ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت میں کہیں تصریح موجود نہیں کہ فلاں فلاں آیاتِ قرآنی منسوخ ہیں ان کی صرف تلاوت کی جایا کرے مگر ان پر عمل کرنا روا نہیں۔

اِس اجماع و **اتفاق** کے باوجود اگر علماء و مفسرین قرآن پاک کی آیات کو منسوخ قرار دیتے جائیں اپنی کتبِ تفسیر میں لکھتے جائیں کہ پانچ، بیس، ایک سو تیرہ، اڑھائی صد یا پانصد آیاتِ قرآنیہ منسوخ ہیں تو اسے نرم سے نرم لفظوں میں **تسامح** ہی کہا جا سکتا ہے۔ پھر ان مفسرین کرام کا آیات کی تعداد اور تعیین میں شدید اختلاف اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے سامنے اِس بارے میں کتاب و سُنّت کی کوئی **نص** نہیں تھی۔

گزشتہ صدیوں میں تو اِس خیال کو ایک اجتہادی نظریہ اور ایک عالمانہ فروگذاشت کی حیثیت حاصل تھی مگر آج مذاہب کے مقابلہ میں اور اسلام کی عالمگیر اشاعت کے مقابلہ میں اِس کی غیر معمولی اہمیت ہے۔ آج یہ علماءِ سلف کے زمانہ کی طرح **محض گھر کا مسئلہ** نہیں ہے بلکہ آج اِس مسئلہ سے اسلام کا محفوظ و زندہ مذہب ہونا، قرآنی شریعت کا جامع اور محکم دعالمگیر شریعت ہونا وابستہ ہے۔ **نسخ فی القرآن** ماننے والوں پر ایک طرف مستشرقین اور آریہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں کا زبردست اعتراض ہے کہ اگر قرآنی آیات منسوخ ہیں اور تمہیں بالیقین پتہ نہیں کہ کون کون سی آیات فی الواقع منسوخ ہیں تو ساری کتاب **مشکوک** قرار پاتی ہے۔ دوسری طرف بابیوں اور بہائیوں کو نسخ فی القرآن کے قائلین کے نظریہ میں ایک **بنیاد** نظر آتی ہے کہ سارے قرآن پاک کا منسوخ قرار دیا جانا بھی ممکن ہے۔ سنہ ۱۹۳۳-۳۴ء کی بات ہے جن دنوں

مَیں فلسطین میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ ادا کر رہا تھا مجھے بہائیوں کے زعیم جناب شوقی آفندی سے ملنے کا موقعہ ملا۔ مَیں نے دریافت کیا بابیت اور بہائیت نے وہ کونسی امتیازی تعلیم پیش کی ہے جو قرآن مجید میں موجود نہ تھی؟ پہلے تو کہنے لگے کہ ہمارے ہاں اخوت (Brotherhood) امتیازی تعلیم ہے۔ مَیں نے آیاتِ قرآنیہ پڑھیں کہ یہ تعلیم تو بہترین رنگ میں قرآن پاک میں موجود ہے۔ آخر جناب شوقی آفندی نے یہ کہہ کر بات کو ختم کرنا چاہا کہ مسلمان قرآن میں منسوخ آیات کے قائل تھے اور ان میں اختلاف تھا کہ کون کونسی آیت منسوخ ہے۔ کوئی پانچ کہتا تھا اور کوئی پانچسو۔ ہم نے بہتر سمجھا کہ سارے قرآن کو ہی منسوخ قرار دیکر نئی شریعت پیش کر دیں۔ مَیں نے کہا آپ جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ تو اس اعتقاد پر قائم ہے کہ قرآن پاک کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ کہنے لگے کہ آپ لوگوں کی تعداد ابھی تھوڑی ہے۔ مَیں نے کہا کہ کیا صداقت کے صداقت ہونے کے لئے یہ بھی کوئی شرط ہے کہ اس کے ماننے والے بہت ہوں؟ نیز یہاں فلسطین میں جہاں آپ لوگوں کا مرکز ہے احمدیوں کی تعداد بہائیوں سے زیادہ ہے۔ اس واقعہ کو ذکر کرنے کا مدّعا یہ ہے کہ بہائیوں کو نسخِ قرآن کے لئے علماء کے نظریۂ نسخ فی القرآن نے گونہ تقویت پہنچائی ہے۔

ہمارے اِس بیان کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم مستشرقین، پنڈتوں اور پادریوں کے اعتراض سے ڈرتے ہیں یا بہائیوں کے استدلال کو حقیقت میں وزنی سمجھتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہے ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ جب خدا اور رسولؐ نے کہیں نہیں فرمایا کہ قرآن مجید میں منسوخ آیات ہیں تو بعض علماء خواہ مخواہ یہ عقیدہ اختیار کر کے دشمنانِ اسلام کو کیوں سر چڑھا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء و مفسرین کے اپنے اجتہادی مگر بے بنیاد نظریہ کی وجہ سے خواہ مخواہ دشمنوں کو اعتراض کا موقعہ مل رہا ہے۔ یہ بات اہلِ علم اور تدبّر کرنے والے مسلمانوں کے لئے توجہ کے قابل ہے۔

—(۲)—

قرآن مجید نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ ایسی محکم کتاب ہے جس میں کسی تبدیلی یا تنسیخ کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر ع) کہ اِس قرآن کو ہم نے اُتارا ہے اور ہم ہی اِس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ پھر فرمایا اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (الطارق) کہ یہ ایک قطعی اور اٹل کلام ہے اِس میں کوئی بے معنی اور کمزور بات نہیں ہے۔ کتب لغت میں لکھا ہے اَمْرُهٗ بِاَمْرٍ فَصْلٍ اَیْ لَا رَجْعَةَ فِيْهِ وَلَا مَرَدَّ کہ امرِ فصل اسے کہتے ہیں جو قطعی اور اٹل ہو۔

مخالفینِ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ (یونس ع۲) کہ آپ سارا ہی نیا قرآن لائیں یا کم از کم اس میں تبدیلی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ کہ اے نبی! تو ان کو جواب دیدے کہ میں اس قرآن میں کسی تبدیلی کرنے کا مجاز نہیں، میں تو وحی الٰہی کا متبع اور پابند ہوں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (الکہف) کہ تو ہمیشہ اس کی تلاوت اور پیروی کرتا رہ جو تیرے رب کی کتاب تجھ پر بطور وحی نازل ہو رہی ہے اس کے کلمات اور احکام کو کوئی بدلنے والا نہیں اور تجھے اس کے سوا کوئی جائے پناہ میسر نہ آئے گی۔

ایک اور مقام پر قرآن مجید کے بارے میں فرمایا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (الانعام ع۱۴) تیرے رب کے کلمات عدالت و راستی کے رُو سے کامل ہو گئے ہیں اب اس کے بعد ان کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں وہ خوب سُننے اور جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو دائمی قبلہ مقرر فرمایا۔ جب تک لوگ باقی ہیں یہی قبلہ رہے گا یعنی قرآنی شریعت قائم رہے گی جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (المائدہ ع۱۳) امام راغب نے قیاما للناس کے معنوں میں امام لغت الاصم کا قول نقل کیا۔ قَائِمًا لَا يُنْسَخُ (المفردات) کہ وہ کبھی منسوخ نہ ہوگا۔

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے جملہ آسمانی کتابوں کی برقرار رہنے والی صداقتوں کا جامع قرار دیا ہے۔ فرمایا يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینہ)۔ اسی سلسلہ میں قرآن مجید کو مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (المائدہ ع) بھی قرار دیا گیا ہے۔ گویا وہ کتب سابقہ کے لئے کسوٹی بھی ہے اور ان کا نگران بھی۔ نیز فرمایا اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل ع۱) کہ یہ قرآن مجید ان احکام اور شرائع اور طریقوں کی طرف ہدایت کرتا ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔

ایک اور موقعہ پر صاف فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝ (الکہف ع۱)

کہ وہ خدا سب تعریفوں کا مالک ہے جس نے اپنے بندہ پر کامل کتاب نازل فرمائی اور اس میں کسی قسم کی کجی نہ رہنے دی۔ اس کتاب کو ہمیشہ قائم رہنے والی بنایا تا وہ اللہ کی طرف سے منکرین کو آنے والے شدید عذاب سے ڈرائے اور نیکوکار مومنوں کو بشارت دے کہ ان کے لئے دائمی اجر و ثواب ہے۔

اِن اور ایسی ہی دیگر متعدد آیات پر غور کرنے والے کسی محقق کے لئے یہ گنجائش باقی نہیں رہتی کہ وہ سالے قرآن پاک کے نسخ کے عقیدہ کی تائید کرے یا اس کی بعض آیات کو منسوخ قرار دے۔ اِن آیات سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کامل، جامع المحفوظ، ہر قسم کے تغیر و تبدل سے پاک اور ہمیشہ قائم رہنے والی شریعت ہے۔ پس صحیح عقیدہ یہی ہے کہ لَا نَسْخَ فِی الْقُرْآن یعنی قرآن مجید میں کسی قسم کا جزوی یا کُلّی نسخ جائز نہیں۔

(۳)

جن بہت سی قرآنی آیات کو بعض مفسرین نے منسوخ قرار دیا ہے اُن پر پہلے بزرگ علماء مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے خوب بحث کی ہے۔ حضرت شاہ صاحب موصوف نے پانچ آیات کو اپنے نزدیک منسوخ گردانا ہے، ان کے بارے میں ہمارے فاضل مقالہ نگار مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل کی تفصیلی بحث اسی شمارہ میں شائع ہو رہی ہے۔ ہمارے سامنے اِس وقت بھارت کے دو رسالے ماہنامہ زندگی رام پور اور معارف اعظم گڑھ بھی ہیں ہم اِس جگہ ان کا مختصر جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ ماہنامہ زندگی شعبان ۱۳۸۷ھ میں "قرآن محکم" کے عنوان سے جناب سعید احمد قادری کا ایک تبصرہ بصورت مقالہ شائع ہوا ہے۔ دراصل قرآن محکم کے نام سے جناب عبدالصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت صوبہ بہار نے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ "**قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے**"۔ یہ بات قادری صاحب کو بہت کھٹکی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ قادری صاحب کے بیان کردہ اصولی امور پر تبصرہ کریں فروعی اور ذاتی قسم کی باتوں سے تعرض کرنا ہمارے دائرہ سے باہر ہے۔

<u>**امر اوّل**</u>۔ جناب قادری صاحب لکھتے ہیں:۔

"مصنف نے اپنی کتاب میں اصلاً صرف دو باتیں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ **ایک** یہ کہ قرآن کی آیات میں وقوعِ نسخ کی کوئی دلیل خود قرآن میں موجود نہیں۔ دوسری یہ کہ قرآن کی کوئی آیت اِس معنے میں منسوخ نہیں ہے کہ اب اِس پر عمل جائز ہی باقی نہ رہا ہو"

(۴)

جناب قادری صاحب نے فاضل مصنف رحمانی صاحب کے بیان کا صحیح خلاصہ پیش کرنے کے بعد لکھا ہے:۔

"علمائے اُمت قرآن کی آیات میں وقوعِ نسخ کی دلیل کے طور پر سورۃ البقرہ رکوع ۱۳ آیت ۱۰۶ کو

پیش کرتے رہے ہیں وہ پوری آیت یہ ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ...... سورۃ البقرہ کی اس آیت کو پڑھ کر سب سے پہلا سوال ذہن میں یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت کا **مقصد اور شانِ نزول** کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ حکیم مطلق نے یہ آیت یونہی بے معنی تو نازل نہیں کر دی ہے لیکن مولانا کی بحث میں شانِ نزول کی طرف کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے۔"

آگے چل کر قادری صاحب نے خود آیت زیر نظر کا **شانِ نزول** بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ :-

"یہ آیت یہودیوں کے ایک اعتراض کا جواب ہے۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ اگر قرآن خدا کا کلام ہوتا تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ خدا آج ایک حکم دیدیتا اور کل اس کو بدل کر دوسرا حکم دیدیتا حالانکہ قرآن توریت کے بعض احکام کو بھی بدل رہا ہے اور خود قرآن جو احکام دے رہا ہے اس میں بھی نسخ واقع ہو رہا ہے۔ یہ اعتراض کر کے وہ مسلمانوں کے دلوں میں اشتباہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے یہ آیت ان کی تردید اور مسلمانوں کو اُن کی وسوسہ انگیزی سے بچانے کے لئے نازل ہوئی تھی۔ یہودیوں کے جواب میں اللہ فرما رہا ہے کہ تم میرے اختیارات پر پابندی عائد کرنے والے کون ہوتے ہو۔ میں فرمانروائے کائنات اور قادر مطلق ہوں میرے اختیار غیر محدود ہیں۔ میں اپنی قدرت و حکمت کے ماتحت جس حکم کو چاہتا ہوں منسوخ کرتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں باقی رکھتا ہوں الخ" (ماہنامہ زندگی شعبان ۱۳۸۷ھ صفحہ ۲۵-۲۶)

**الفرقان**۔ شانِ نزول کے بارے میں جناب قادری صاحب کا بیان بڑی حد تک درست ہے کیونکہ قرآن مجید سے صراحتاً ثابت ہے کہ واقعی آیت مَا نَنْسَخْ یہود کے جواب کے طور پر نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت مَا نَنْسَخْ سے پہلی آیت میں صاف فرمایا ہے مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ کہ اہل کتاب اور مشرکین کو تم پر قرآن کریم کا نازل کیا جانا ناپسند ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

ظاہر ہے کہ اہل کتاب کو قرآن مجید کا نزول اسی لئے ناگوار تھا کہ اس سے توریت کی شریعت کا منسوخ ہونا لازم آتا تھا اور وہ اس پر چیں بجبیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ میں اہل کتاب کی ناپسندیدگی کی اس ناجائز وجہ کا ردّ فرمایا ہے اور اُن کے باطل خیال کا جواب دیا ہے۔

(۵)

یہاں تک تو بات نہایت واضح اور قرآن پاک کے عین مطابق ہے مگر ہم حیران ہیں اور ہر صاحب علم

حیران ہوگا کہ قادری صاحب اور اُن جیسے علماء نے یہود کے مُنہ میں یہ اعتراض کہاں سے داخل کر دیا کہ "خود قرآن جو احکام دے رہا ہے اس میں بھی نسخ واقع ہو رہا ہے"۔ اس سے ان کا تعلق نہ تھا اور نہ وہ اس کو جانتے تھے۔ آج تک اُمّت کے فطاحل علماء بھی یہ متعیّن نہیں کر سکے کہ قرآن کا فلاں حکم اللہ نے خود منسوخ کر دیا ہے مگر یہود کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ قرآنی احکام میں نسخ واقع ہو رہا ہے۔ پس یہ محض ایک خیالی افسانہ ہے۔ چونکہ دماغ میں نسخ فی القرآن کا باطل نظریہ سمایا ہوا تھا اسلئے اصل شانِ نزول کے ذکر میں یونہی داخل کر دیا گیا اور یہود کے مُنہ میں ڈال دیا گیا کہ قرآن میں خود بھی نسخ واقع ہو رہا ہے۔

اہل کتاب کو تو یہ بات ناپسند تھی کہ مسلمانوں پر مِنْ خَيْرٍ کیوں نازل ہو رہا ہے اور مومنوں سے جب پوچھا جاتا تھا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ تو اُن کا جواب یہ ہوتا تھا قَالُوْا خَيْرًا (النحل ع) کہ وہ کہتے تھے کہ سارا قرآن ہی سراسر خیر ہے۔ جب سارا قرآن ہی خیر ہے تو اس کے بعض حصّوں یا احکام کے منسوخ ہونے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے؟ پس آیت مَا نَنْسَخْ کا ترجمہ "زمانہ حال" سے کریں یا "زمانہ استقبال سے" حقیقت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید کی آیات کا نزول اس وقت بھی تورات کو منسوخ کر رہا تھا اور ہمیشہ کے لئے بھی منسوخ قرار دے رہا ہے۔ یہ ایک صداقتِ ثابتہ ہے کہ قرآن مجید پہلی کتابوں کا ناسخ ہے۔

(۹)

**امر دوم**۔ جناب قادری صاحب لکھتے ہیں:۔

"فاضل مصنّف کے دوسرے دعوے کے بارے میں عرض یہ ہے کہ انہوں نے نسخ کی ایک خاص اصطلاحی تعریف کو سامنے رکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے لیکن یہ کوشش غیر مسلم معترضین کے لئے بالکل بیکار ہے انہیں اصطلاحات کے چکر میں پھنسا کر مطمئن نہیں کیا جا سکتا، وہ احکام کی تبدیلی پر اعتراض کرتے ہیں انہیں اس سے بحث نہیں ہوتی کہ اس پر نسخ کی کوئی اصطلاحی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں۔ ان کے جواب دینے کے لئے وہی طریقہ استعمال کرنا صحیح ہے جو خود قرآن نے استعمال کیا ہے۔ مثلاً یہودیوں نے جب تحویلِ کعبہ کے حکم پر اعتراض کیا تھا تو اُن کے جواب میں یہ نہیں کہا گیا کہ اس پر نسخ کی فلاں تعریف صادق نہیں آتی اسلئے تمہارا اعتراض غلط ہے کیونکہ مسلمانوں کا بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرنا اذنِ الٰہی کے ماتحت تھا جس کی تصدیق خود قرآن نے بھی کر دی تو اب تحویلِ قبلہ کا حکم یقیناً پہلے حکم کو منسوخ قرار دیتا ہے"۔ (ص ۲۹)

**الفرقان** ۔لطیفہ ہے کہ قادری صاحب کہتے ہیں کہ اصطلاحی نسخ کی تعریف کے پیشِ نظر یہ کہنا کہ قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں یہ جواب "غیر مسلم معترضین" کو مطمئن نہیں کر سکتا مگر ہم تو دیکھتے ہیں کہ خود قادری صاحب اس سے مطمئن نہیں بلکہ اس پر معترض ہو رہے ہیں۔

یاد رہے کہ غیر مسلم معترضین جس چیز کو "احکام کی تبدیلی" کہتے ہیں اسی کا ابطال فاضل مصنف نے یہ کہہ کر کیا ہے کہ "قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں" گویا قرآنِ پاک کے احکام میں جس "تبدیلی" کے معترضین دعویدار ہیں وہ سرے سے مسلّم ہی نہیں اور اس کا وقوع مابین الدفتین کتابِ الٰہی یعنی قرآن پاک میں کبھی نہیں ہوا۔ جب معترضین کا اعتراض ہی بے بنیاد ہے تو اس اعتراض میں کیا وزن رہ گیا؟ اب یہ غیر مسلم معترضین کی ذمہ واری یا جناب قادری ایسے فضلاء کی ذمہ واری ہے کہ قرآن مجید کے کسی حکم میں "تبدیلی" ثابت کریں وذالک دونہ خرط القتاد۔

(۷)

قادری صاحب نے بطور مثال یہودیوں کے اس اعتراض کا ذکر فرمایا ہے جو انہوں نے "تحویلِ قبلہ کے حکم" پر کیا تھا مگر نہ یہودیوں نے بتایا تھا اور نہ قادری صاحب بتا سکتے ہیں کہ **قرآن مجید میں وہ کونسی آیت کریمہ ہے جس میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کیا کرو**۔ تاکہ جب بیت اللہ الحرام کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم نازل ہوا تو اس سے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کے حکم سے منسوخ قرار دیا جا سکتا۔ جب قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت موجود ہی نہیں جس میں مسلمانوں کو بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو تو یہودیوں کا اور آج کے ان علماء کا یہ استدلال خود ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو گیا کہ قرآن مجید میں کوئی منسوخ آیت ہے۔

قادری صاحب کا دل بھی مانتا ہے کہ فی الواقع قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں جس میں مسلمانوں کو بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اسی امر کو پردہ میں چھپانے کے لئے انہوں نے بیت المقدس کی طرف مُنہ کرنے کو "اذنِ الٰہی کے ماتحت" قرار دیدیا ہے۔ واضح رہے کہ زیرِ بحث یہ امر ہے کہ کیا قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت ہے جو منسوخ ہو؟ قرآن پاک سے پہلے کے یا اس کے باہر کے احکام قرآن مجید سے منسوخ ہوں تو ہوا کریں، اس سے غیر مسلم معترضین عظمتِ قرآن کے خلاف کیا استدلال کر سکتے ہیں؟

(۸)

<u>**امر سوم**</u> ۔قادری صاحب نے لکھا ہے کہ:۔ "نسخ کے مسئلے پر باہمی گفتگو میں اہلِ علم" کو چند باتوں کا خیال

رکھنا چاہیئے۔ **اوّل** "یہ کہ شریعت محمدی پہلی تمام شریعتوں کی ناسخ ہے"۔ **دوم** یہ کہ "قرآن کے بعض احکام میں وقوع نسخ تمام علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ایک ثابت شدہ حقیقت ہے"۔ **سوم** یہ کہ "بعض آیاتِ قرآنی کے منسوخ ہونے یا نہ منسوخ ہونے کی بحث عہد صحابہؓ ہی میں شروع ہو چکی تھی"۔ **چہارم** یہ کہ "کسی آیت کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کس طرح ہوگا؟"

**الفرقان** - تمام مسلمانوں کا یہ متفق علیہا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کتب سابقہ کا ناسخ ہے۔ اس پر کسی کو اعتراض نہیں مگر اس سے آیاتِ قرآنیہ کے نسخ کے قائلین کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ بلکہ ہمارے نزدیک تو انہیں غور کرنا چاہیئے کہ قرآن مجید کی اس شان کا تقاضا ہے کہ وہ کلی اور جزوی ہر قسم کے نسخ سے پاک ہو۔ دوسری بات "ثابت شدہ حقیقت" نہیں کیونکہ وہ "بعض احکام" ہرگز متعین نہیں جنہیں "تمام علمائے اہل السنۃ والجماعۃ" نے منسوخ مانا ہو۔ اگر یہ امر پہلے سے طے شدہ ہے تو پھر قادری صاحب کا "چوتھا سوال" پیدا ہی نہیں ہوتا۔ باقی اِس خلجان کا علاج واضح ہے کہ آیت کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کس طرح ہوگا۔ پہلے اصولی طور پر اس مسئلہ کا اسی طرح فیصلہ کرنا چاہیئے جس طرح تمام عقائد کا فیصلہ کیا جاتا ہے یعنی قرآن پاک کی قطعی اور یقینی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے پھر تفصیلی طور پر آیت یا آیات پیش کردہ پر تدبر کر کے فیصلہ ہو سکتا ہے هذا ما لا غبار علیه۔

(۹)

قادری صاحب کا دعویٰ ہے کہ بعض آیاتِ قرآنی کے منسوخ ہونے یا نہ منسوخ ہونے کی "بحث" عہدِ صحابہؓ میں شروع ہو گئی تھی۔ سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ محض "بحث" شروع ہو جانے سے کوئی شرعی عقیدہ ثابت نہیں ہوا کرتا۔ اس سے تو صرف اتنا ثابت ہوگا کہ بعض لوگوں کو بعض آیات کی پوری سمجھ نہ آئی تھی۔ قادری صاحب نے اس جگہ بخاری کتاب التفسیر سے حضرت ابن الزبیرؓ کا یہ قول پیش کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا تھا کہ آیت وَ يَذَرُونَ اَزْوَاجاً کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے اب آپ اِس کو قرآن مجید میں کیوں لکھ رہے ہیں؟ اِس کا جواب حضرت عثمانؓ نے یوں دیا تھا "یا ابن اخی لا اغیّر شیئاً من مکانه" کہ اے بھتیجے! میں قرآن کی کسی چیز کو بھی اس کی جگہ سے بدل نہیں سکتا"۔ قادری صاحب کا استدلال یوں ہے کہ "امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ جواب دیا کہ مجھے اِس آیت کو قرآن سے نکالنے کا کوئی حق نہیں ہے"۔ ہماری گزارش ہے کہ اوّل تو ضروری نہیں کہ ابن ملیکہ کی روایت میں حضرت عثمانؓ کا جواب ہو بہو اور پورا نقل ہوا ہو۔ دوسرے فقرہ لا اغیّر شیئاً من مکانه کے معنے یہی ہیں کہ آیت منسوخ نہیں

تیسرے یہ بھی تو سوچیں کہ قرآن مجید کی کس آیت میں متوفی عنہا زوجہا کے لئے عدت ایک سال مقرر ہے؟ وہ تو وراثادکو مَتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ کا ارشاد ہے۔ اس میں تو عدت کا ذکر ہی نہیں۔ ایسی عورتوں کے لئے (باستثناء حوامل) ایک ہی عدت (چار مہینے دس دن) مقرر ہے۔ اگر قرآن پاک کی آیات میں خواہ مخواہ تعارض ثابت کرکے نسخ کے غلط نظریہ کی تائید مقصود نہ ہو تو ہمارے نزدیک بات ہر طرح سے واضح ہے۔

قادری صاحب قرآن مجید میں منسوخ آیات نہ ماننے والوں کو "دُور از کار تاویلات" کا مرتکب قرار دیتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ ان کا یہ اعتراض پہلے خود قائلین نسخ پر وارد ہوتا ہے کیونکہ جن بزرگوں نے پانصد آیات کی بجائے بیس آیات کو منسوخ گردانا ہے انہوں نے ۴۸۰ آیات کی بقول قادری صاحب "دُور از کار تاویلات" کیں اور جن ائمہ نے بیس کی بجائے صرف پانچ آیات کو منسوخ قرار دیا وہ بھی قادری صاحب کے نزدیک کم از کم پندرہ آیات میں "دُور از کار تاویلات" کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کسی کو یہ سمجھ عطا فرماتا ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں اور وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث کی منسوخ قرار دی ہوئی پانچ آیات میں بھی تطبیق ثابت کر دیتا ہے تو اسے "دُور از کار تاویلات" کا مرتکب قرار دینا صرف قادری صاحب ایسے لوگوں کا ہی کام ہے۔ (نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا)

## آخری بات

قادری صاحب نے آخر میں لکھا ہے کہ:۔

> "مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کچھ علماء شاید غیر شعوری طور پر غیر مسلموں کے اعتراض سے متاثر ہو گئے ہیں اور انہوں نے بھی یہ خیال قائم کر لیا ہے کہ قرآن کی کسی آیت کو منسوخ مان لینا نامناسب بات ہے۔" (ص۳)

**الفرقان:۔** آپ کا یہ احساس تو درست ہے کہ علماء محققین نے یہی عقیدہ رکھا ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت کو منسوخ ماننا یقینا نامناسب بات ہے۔ مگر یہ خیال احساس ہے کہ یہ عقیدہ غیر مسلموں کے اعتراض سے تاثر کا نتیجہ ہے۔ غیر مسلم تو قرآن مجید کو انسانی کلام قرار دیتے ہیں کیا محققین علماء نے ان کی بات کو مانا ہے؟ نیز یہ عقیدہ کہ قرآن کی آیات میں حقیقی نسخ نہیں ہے شروع سے اُمت میں موجود رہا ہے۔ پس قادری صاحب کا تخیل درست نہیں ہے۔

(۱۰)

# دستور المفسّرین پر ایک نظر!

ماہنامہ معارف جلد ۱۰۰ نمبر ۵ میں "ایک نادر علمی تصنیف" کے عنوان سے ہندوستانی عالم جناب عماد الدین محمد عارف عرف عبدالنبی عثمانی شطاری کی نایاب تصنیف دستور المفسّرین کا تعارف کرایا گیا ہے۔ مقالہ نگار جناب قدوائی آف علیگڑھ یونیورسٹی نے اس ۷۲ اوراق کی کتاب کا خلاصہ بھی ذکر کیا ہے علامہ شطاری نے اپنی کتاب کی ابتدا ان الفاظ سے کی ہے:-

"الحمد لله الذی نسخ سنن الضلالة والهوٰی و مسخ ومحی سنن الغواية والردیٰ"

کہ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ضلالت اور خود ساختہ طریقوں کو منسوخ کر دیا ہے اور گمراہی اور تباہی کے راستہ کو مٹا دیا ہے"

اس تمہید کے بعد یہ مضمون کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ قرآن میں بہت سی آیات منسوخ ہیں مگر قدوائی صاحب کے ذکر کردہ خلاصہ میں مذکور یہی امر ہے و لله عجائب فی خلقه۔

قدوائی صاحب خلاصہ میں تحریر کرتے ہیں:-

"آگے چل کر نسخ کی چار بڑی قسمیں پھر بیان کی ہیں (۱) نسخ الکتاب بالکتاب (۲) نسخ الکتاب بالسنّة (۳) نسخ السنّة بالسنّة (۴) نسخ السنّة بالکتب

نسخ ~~الکتاب بالکتاب~~ الکتاب بالکتاب یعنی پہلی قسم پر سب متفق ہیں۔

فجائز اتفاقاً لتساويهما فی المعنی لرد العمل بهما کنسخ الاعتداد بالحول الذی ثبت بقوله تعالیٰ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ بالاعتداد باربعة اشهر وعشرا الثابت بقوله تعالیٰ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فهذه الآية ينسخ الاعتداد

یہ چیز متفقہ طور پر جائز ہے کیونکہ معنی کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں جیسے عدت کی سال بھر کی مدت جو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہے کہ تم میں سے جو لوگ فوت پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں انکو چاہیئے کہ اپنی بیویوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک انکو نان و نفقہ دیا جائے اور وہ گھر سے نہ نکالی جائیں"۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا چار ماہ دس دن کی مدت تعین سے منسوخ ہونا تم میں سے جو لوگ مر جائیں انکے پیچھے اگر انکی بیویاں زندہ ہوں تو وہ اپنے آپکو چار مہینہ دس دن روکے رکھیں" اس آیت سے عدت کی سال بھر کی مدت منسوخ ہو گئی" (معارف صفحہ ۳۶۲-۳۶۴)

الفرقان۔ اس تقسیم میں دو حصے اختلافی ہیں یعنی (۱) نسخ الکتاب بالکتاب اور (۲) نسخ الکتاب بالسنۃ۔ موخر الذکر نہایت ہی عجیب ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کامل شریعت نازل فرمائی اور اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر عمل کر کے لوگوں کے سامنے نمونہ بننے کے لئے بھیجا مگر اب بقول مصنف کتاب دستور المفسرین یہ ہو گیا کہ رسول کے اقوال یا اعمال خدا تعالیٰ کے احکام کو نسخ کرنے والے بن گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

نسخ الکتاب بالکتاب بایں معنی کہ قرآن کی بعض آیتیں بعض کو منسوخ کرتی ہیں یہ بھی کچھ کم عجیب نظریہ نہیں۔ اس سلسلہ میں ہمارا یہ نمبر حقیقت کی پوری وضاحت کر رہا ہے۔

دستور المفسرین سے جو مثال نسخ فی القرآن کی نقل کی گئی ہے وہ بھی عجیب تر ہے۔ اول تو جس آیت کو منسوخ قرار دیا گیا ہے یعنی وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّۃً لِّاَزْوَاجِھِمْ مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ، سورہ بقرہ کے اکتیسویں رکوع کی آیت ہے اور جس کو ناسخ ٹھہرایا گیا ہے یعنی آیت وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ سورہ بقرہ کے تیسویں رکوع میں واقع ہے۔ آیات کی یہ ترتیب واضح دلیل ہے کہ انہیں ناسخ و منسوخ ٹھہرانے کا خیال سراسر بے بنیاد ہے۔

پھر ہر دو آیتوں پر تدبر کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ ایک آیت میں عدت نکاح کا ذکر ہے کہ اس عرصہ سے پہلے وہ نکاح نہیں کر سکتیں۔ یہ بات یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ کے الفاظ سے عیاں ہے۔ دوسری آیت کا مفاد یہ ہے کہ میت کے ورثاء اس کی بیوی کو ایک سال کے اندر گھر سے نکال نہیں سکتے ہاں اگر وہ خود اپنے فائدے کے لئے جانا چاہے مثلاً چار ماہ دس دن کے بعد نکاح کی صورت پیدا ہو جائے تو وہ عورت خود جا سکتی ہے۔ غرض ہر دو آیتیں الگ الگ مضمون اور احکام پر مشتمل ہیں۔ ان میں کسی کے منسوخ قرار دینے کا سوال ہی نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قرآن مجید ایک محکم کتاب ہے، اس کا ہر حکم دائمی طور پر قائم ہے اور اس کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن ✦

# نورِ فرقان

جناب نسیم سیفی

ہے کوئے محبت میں خرد سر بگریباں
پہنائی ظلمات میں شمعیں ہیں فروزاں
تاجِ سرِ محبوب ہے "لولاک" کا تحفہ
جبریل امیں لائے خداوند کا فرماں
یوں خوبیٔ الہام کی تکمیل ہوئی ہے
ہر لفظ ہے سرچشمۂ آسودگیٔ جاں
ہوتی ہے ہر اک رُوح پہ انوار کی بارش
ہر مردِ مسلماں کے شگفتہ ہیں دل و جاں
کرتی ہے ہر اک نقشِ کفِ پا کو اُجاگر
منزل کا پتہ دیتی ہے ہر آیۂ قرآں
ہر حرف، بلاغت کی بہاروں کا ہے ضامن
ہر برگِ گلِ تر میں ہے اِک صحنِ گلستاں
وابستہ اسی سے ہے بہر حال و بہر رنگ
آرائش و آسائش و بہبودیٔ انساں
ہم فرشِ زمیں پر ہوں کہ ہوں چرخِ کہن پر
فرقاں میں میسّر ہیں ہدایات کے ساماں
فرمایا ہے کیا خوب مسیحائے زماں نے
آں دیدہ کہ نورے نگرفت است ز فرقاں
حقا کہ ہمہ عمر زکوری نہ رہیدہ

# "مسئلہ ناسخ منسوخ حل ہوگیا"

(از افادات سیّدنا حضرت مولانا نورالدّین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ)

سیّدنا حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

"مدینہ طیبہ میں ایک تُرک کو مجھ سے محبّت تھی۔ اُس نے کہا کہ اگر کوئی کتاب آپ کو پسند ہو تو ہمارے کُتب خانے سے لے جایا کریں۔ گو ہمارا قانون نہیں ہے مگر آپ کے اس عشق و محبّت کی وجہ سے جو آپ کو قرآنِ کریم سے ہے آپ کو اجازت ہے میں نے کہا کہ مسئلہ ناسخ منسوخ کے متعلق کوئی کتاب دو۔ انہوں نے مجھے ایک کتاب دی جس میں چھ سو آیت منسوخ لکھی تھی مجھے یہ بات پسند نہ آئی ساری کتاب کو پڑھا اور مزہ نہ آیا میں اس کتاب کو واپس لے گیا اور کہا کہ میں جوان آدمی ہوں اور خدا کے فضل سے یہ چھ سو آیتیں یاد کر سکتا ہوں مگر مجھے یہ کتاب پسند نہیں۔ وہ بہت بوڑھے اور ماہر شخص تھے انہوں نے ایک اَور کتاب دی جس کا نام اتقان تھا اور ایک مقام اس میں بتایا جہاں ناسخ و منسوخ کی بحث تھی۔ خوشی ایسی چیز ہے کہ میں نے الفوزالکبیر کو جو بمبئی میں پچاس روپیہ کو خریدی تھی ابھی پڑھا بھی نہیں تھا میں اتقان کو لایا اور پڑھنا شروع کیا۔ اس میں لکھا تھا کہ اُنیس آیتیں منسوخ ہیں۔ میں اس کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا اور میں نے سوچا کہ اُنیس یا بیس آیتوں کو تو فوراً یاد کر لوں گا۔ گو مجھے خوشی بہت ہوئی مگر مجھ کو ایسا قلب اور علم دیا گیا تھا کہ پھر بھی وہ کتاب مجھ کو پسند نہ آئی۔ اب مجھ کو الفوزالکبیر کا خیال آیا کہ اس کو بھی تو پڑھ کر دیکھیں۔ اُس کو پڑھا تو اس

کے مصنّف نے لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ نے جو علم مجھے دیا ہے اُس میں پانچ آیتیں منسوخ ہیں۔ یہ پڑھ کر تو بہت ہی خوشی ہوئی۔ مَیں نے جب اِن پانچ پر غور کی تو خدا تعالیٰ نے مجھے سمجھ دی کہ یہ ناسخ منسوخ کا جھگڑا ہی بے بنیاد ہے۔ کوئی چھ سَو بتاتا ہے، کوئی اُنیس یا اِکیس اور کوئی پانچ۔ اس سے معلوم ہُوا کہ یہ تو صرف فہم کی بات ہے۔ مَیں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ قطعی فیصلہ کر لیا کہ ناسخ منسوخ کا معاملہ صرف بندوں کے فہم پر ہے۔ ان پانچ نے سب پر پانی پھیر دیا۔ یہ فہم جب مجھے دیا گیا تو اس کے بعد ایک زمانہ میں مَیں لاہور کے سٹیشن پر شام کو اُترا۔ بعض اسباب ایسے تھے کہ چینیاں والی مسجد میں گیا شام کی نماز کے لئے وضو کر رہا تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے بھائی میاں محمد علی نے مجھ سے کہا کہ جب عمل قرآن مجید و حدیث پر ہوتا ہے تو ناسخ و منسوخ کیا بات ہے؟ مَیں نے کہا کہ کچھ نہیں۔ وہ (زیادہ) پڑھے ہوئے نہیں تھے گو میر ناصر کے استاد تھے۔ انہوں نے اپنے بھائی سے ذکر کیا ہوگا۔ یہ دونوں جوان تھے اور بڑا جوش تھا۔ مَیں نماز میں تھا اور وہ جوش سے اِدھر اُدھر ٹہلتے رہے۔ جب مَیں نماز سے فارغ ہُوا تو کہا اِدھر آؤ تم نے میرے بھائی کو کہہ دیا ہے کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ نہیں۔ مَیں نے کہا ہاں نہیں ہے۔ تب بڑے جوش سے کہا کہ تم نے ابو مسلم اصفہانی کی کتاب پڑھی ہے وہ احمق بھی قائل نہیں تھا۔ مَیں نے کہا پھر تو ہم دو ہو گئے۔ پھر اُس نے کہا کہ سیّد احمد کو جانتے ہو۔ مراد آباد میں صدر الصدور رہے۔ مَیں نے جواب دیا کہ میں رام پور لکھنؤ اور بھوپال کے عالموں کو جانتا ہوں اُن کو نہیں جانتا۔ اس پر کہا کہ وہ بھی (ناسخ منسوخ) کا

قائل نہیں۔ تب میں نے کہا بہت اچھا پھر اب ہم تین ہو گئے۔ کہنے لگا یہ سب بدعتی ہیں۔ امام شوکانی نے لکھا ہے کہ جو نسخ کا قائل نہیں وہ بدعتی ہے۔ میں نے کہا تم دو ہو گئے۔ میں ناسخ اور منسوخ کا ایک ایسا فیصلہ آپ کو بتاتا ہوں تم کوئی آیت پڑھ دو جو منسوخ ہو۔ اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ ان پانچ آیتوں میں سے کوئی پڑھ دے تو کیا جواب دوں۔ خدا تعالیٰ ہی سمجھائے تو بات ہے۔ اس نے ایک آیت پڑھی میں نے کہا کہ فلاں کتاب نے جس کے تم بھی قائل ہو اس کا جواب دیا ہے۔ کہنے لگا ہاں۔ پھر میں نے کہا اور پڑھو تو خاموش ہی ہو گیا۔ علماء کو یہ وہم رہتا ہے ایسا نہ ہو کہ ہتک ہو اس لیے اس نے یہی غنیمت سمجھا کہ چپ رہے۔

اس کے بعد پھر بھیرہ میں ایک شخص نے نسخ کا مسئلہ پوچھا اور میں نے اپنے فہم کے مناسب جواب دیا اور کہا کہ پانچ کے متعلق میری تحقیق نہیں تو اس دوست نے کہا کہ آپ ان پانچ پر نظر ڈال لیں۔ میں نے تفسیر کبیر رازی میں تفصیل ان مقامات کو دیکھا تو تین مقام خوب میری سمجھ میں آگئے اور دو سمجھ میں نہ آئیں۔ تفسیر کبیر میں اتنا تو لکھا ہے کہ شدت اور خفت کا فرق ہو گیا ہے۔

پھر میں ایک مرتبہ ریل میں بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھ رہا تھا جیسے بجلی کوند جاتی ہے میں نے پڑھا کہ فلاں آیت منسوخ نہیں ہے۔ میں بڑا خوش ہوا کہ اب تو چار مل گئیں صرف ایک ہی رہ گئی۔ بڑی بڑی کتابوں کا تو کیا ذکر میں چھٹ بھیوں کی (کتابیں) بھی پڑھ لیتا ہوں۔ اس طرح پر ایک کتاب میں وہ پانچویں بھی مل گئی اور خدا کے فضل سے مسئلہ ناسخ منسوخ حل ہو گیا۔" (مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ لاہور) +

# قرآن مجید میں کوئی آیت منسوخ نہیں

(محترم جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری کے قلم سے)

چونکہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت یہ ہے کہ تمام اکناف عالم میں قرآن مجید کی تعلیم کی اشاعت کی جائے اسلئے آپ کو اور آپ کے خلفاء اور آپ کی جماعت کے علماء کو غیر مسلموں کے ان اعتراضات کو جو وہ قرآن مجید کی تعلیم پر کرتے ہیں، رد کرنے کے لئے اسکے حقائق و معارف میں تدبر کرنا پڑتا ہے۔

بدقسمتی سے اکثر علمائے اسلام اس بات کے قائل رہے ہیں کہ قرآن مجید میں کئی آیات ایسی ہیں جن کا حکم بعض دوسری آیات کے ذریعہ کلیۃً اور ہمیشہ ہمیش کے لئے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک اب صرف ناسخ آیات واجب العمل ہیں، منسوخ آیات کا حکم ہمیشہ ہمیش کے لئے اُٹھ گیا ہے۔ ان کی صرف تلاوت ہی قرآن مجید میں باقی رکھی گئی ہے۔

چونکہ یہ عقیدہ قرآن کریم کی شان اور عظمت کو سخت دھبہ لگاتا تھا، اس کی حقیقت اور حقانیت کو غیر مسلموں کی نگاہ میں مشتبہ کرتا تھا، اسلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے مطابق بطور "حَکَم و عَدل" مبعوث ہوئے ہیں، اس بارہ میں ایسا یہ ناطق فیصلہ دیا ہے کہ:-

"ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام و اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۰ طبع اوّل)

نیز فرماتے ہیں:-

"جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے کسی حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا۔ سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اس کے لئے پکڑے نہ جاؤ۔" (کشتی نوح صفحہ ۲۳)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک قرآن مجید کا ہر حکم قابلِ عمل ہے۔ پھر اس سے واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:-

"علماء نے مسامحت کی راہ سے بعض

احادیث کو بعض آیاتِ قرآنی کا ناسخ قرار دیا ہے ...... لیکن حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادت قرآن پر جائز نہیں کیونکہ اس سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے۔"

(الحق مباحثہ لدھیانہ صـ۹۱)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

"قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا آخری ہدایتنامہ ہے۔ وہ نسخ سے محفوظ ہے۔ اس کے اندر جو کچھ موجود ہے مسلمانوں کے لئے قابلِ عمل ہے۔ اس کا کوئی حصہ نہیں جو دوسرے حصہ کا مخالف ہو اور قابلِ نسخ سمجھا جائے۔ خدا تعالیٰ خود اس کا محافظ ہے ...... اس میں کوئی نسخ ماننا بھی غلط ہے۔ اس میں کوئی تغیر تسلیم کرنا خواہ وہ کیسا ہی ادنیٰ ہو اتہام ہے۔ وہ محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔"

(دعوۃ الامیر صـ۱۴۱)

## نسخ کے لغوی اور اصطلاحی معانی

(۱) نسخ کے لغوی معنی ایک چیز کے مقابل پر ایک چیز کا ازالہ ہیں۔ خواہ یہ ازالہ بعض صفات میں ہو۔ چنانچہ کہتے ہیں نسخت الشمس الظّلّ کہ سورج نے سایہ کو منسوخ کر دیا یا کہتے ہیں نسخت الریح آثار الدیار ای غیّرتھا کہ ہوا نے گھروں کے نشانات منسوخ کر دیئے یعنی ان میں تبدیلی پیدا کر دی۔ نیز کہتے ہیں نسخ الکتاب اذا نقلہ واتی بنسختہ وکتبہٗ حرفًا بحرفٍ یعنی اس نے کتاب کی تحریر نقل کی اور لفظ بلفظ نقل کی نیز کہتے ہیں تناسخوا الشیٔ تداولوہ کہ کسی شیٔ کو بدل بدل کر اختیار کیا۔ یعنی ایک حالت میں ایک عمل اختیار کیا۔ جب وہ حالت نہ رہی تو دوسرے امر کو اختیار کیا۔ پھر جب پہلی حالت آگئی تو پھر پہلے امر کے مطابق عمل شروع کر دیا (الناسخ و المنسوخ للصفار نحوی والمنجد)

(۲) نسخہٗ ازالہٗ وغیّرہٗ وابطلہٗ واقام شیئًا مقامہٗ والشیٔ نسخہٗ والکتاب کتبہٗ۔

اس لغوی نسخ کی بعض صورتیں قرآن مجید میں مانی جا سکتی ہیں جبکہ اس سے آیت کا حکم کلیۃً اٹھنا مراد نہ ہو۔ اور نہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اٹھنا مراد ہو کیونکہ یہ نسخ اصطلاحی بھی نہیں اور معیوب بھی نہیں۔ حقیقی نسخ ہمیشہ ہمیش کے لئے کسی حکم کے اٹھ جانے کا نام ہے اور ایسا نسخ قرآن مجید کی شانِ اکملیت و محفوظیت کے منافی ہے۔

## نسخ کے اصطلاحی معنی اور اس کی مختلف صورتیں

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر "اتقان" میں نسخ کے اصطلاحی معنی لکھتے ہیں :-

"ان النسخ الازالۃ للحکم حتّٰی

لا یجوز امتثاله"
(اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۵)
کہ نسخ کسی حکم کے اس طرح اٹھا دینے کو
کہتے ہیں کہ اس حکم پر عمل کرنا جائز نہ رہے۔"
"کشف الاصطلاحات" میں شئے پر نسخ اصطلاحی کی
تعریف یہ لکھی گئی ہے :-

"النسخ عند اهل الشرع
ان يرد دليل شرعي متراخياً
عن دليل شرعي مقتضياً
خلاف حكمه فالدليل الشرعي
المتاخر يسمّى ناسخاً والمتقدم
يسمّى منسوخاً"

کہ نسخ اہل شرع کے نزدیک یہ ہے کہ
ایک دلیل شرعی دوسری ایسی دلیل شرعی کو
رد کر دے جس کا حکم پہلی دلیل شرعی کے خلاف
ہو تو پچھلی دلیل شرعی کا نام ناسخ ہو گا
اور پہلی دلیل شرعی کا نام منسوخ۔"

ایک حکم کے دوسرے حکم کے خلاف ہونے کے معنی
ابوجعفر النحاس نحوی نے اس جگہ یہ لئے ہیں :-

"ان کان الشئ حلالاً فحرم او
کان حراماً فیحلل او کان
مطلقاً فیحظر او کان محظوراً
فیطلق او کان مباحاً فیمنع او
ممنوعاً فیباح"
(کتاب الناسخ والمنسوخ صفحہ ۹)

کہ اگر ایک چیز حلال تھی تو اُسے حرام کیا
جائے یا حرام تھی تو اسے حلال کیا جائے یا
مطلق تھی اُسے مقید کیا جائے یا مقید تھی
تو اسے مطلق کیا جائے یا مباح تھی تو اس
سے منع کر دیا جائے یا ممنوع تھی تو اُسے
مباح قرار دیا جائے۔"

پس قائلین نسخ کے نزدیک امر، نہی، اطلاق، اباحت کی چاروں صورتوں میں نسخ ہو سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک ابوجعفر نحاس کا مطلق کو مقید کرنے کی صورت کو نسخ اصطلاحی میں شامل کرنا درست نہیں کیونکہ مطلق حکم کو دوسری آیت میں مقید کرنے کے معنی تو یہ ہیں کہ وہ دوسری آیت بمنزلہ تفسیر کے ہے کہ اس حکم کو مطلق نہ سمجھا جائے۔ چنانچہ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ والی آیت میں الدم مطلق ہے مگر دوسری جگہ اس کی تفسیر میں دمِ مسفوح کی قید بیان کی گئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آیت انما حرم علیکم المیتۃ والدم کو دمِ مسفوح کو حرام قرار دینے والی آیت منسوخ نہیں کرتی بلکہ اس کی تشریح کرتی ہے اور اس طرح دونوں آیتوں کا حکم قائم رہتا ہے۔

## نسخ اصطلاحی کی مختلف اقسام

نسخ کی تین صورتیں مانی جاتی ہیں :-

**اوّل** :- آیت کے ایک حکم کو باطل کر دینا لیکن اس کی تلاوت کو برقرار رکھنا۔

**دوم** :- آیت کی تلاوت کو منسوخ قرار دینا لیکن اس کے حکم کو قائم رکھنا۔

ہو جانا۔ تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہو جانا۔

پہلی قسم کا نسخ تو قرآن مجید میں کئی آیتوں کا تسلیم کیا جاتا ہے، دوسری قسم کا نسخ بعض آیتوں میں۔ جیسے کہتے ہیں زنا کی سزا رجم کے حکم پر مشتمل آیت کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے مگر اس کا حکم باقی رکھا گیا ہے تیسری قسم کی مثال یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ سورۃ توبہ کے برابر ایک سورۃ قرآن مجید میں نازل ہوئی تھی جو ساری کی ساری سوائے ایک آیت کے جو لوان لابن آدم وادیین من ذھب لابتغی الیھما ثالثاً ولو ان لہ ثالثاً لابتغی الیہ رابعاً ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علیٰ من تاب کے منسوخ ہوئی۔ پھر یہ آیت بھی قرآن مجید میں موجود نہیں رہی۔

مگر ہمارے نزدیک نسخ کی تمام اقسام قرآن مجید میں ناممکن الوقوع ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے نسخ کا تسلیم کرنا اس کی عظمت اور شانِ رفیع کے منافی ہے۔

## بنائے عقیدہ نسخ فی القرآن

قرآن مجید میں اصطلاحی نسخ کے پائے جانے کا عقیدہ اس بنا پر مبنی ہے کہ معاذ اللہ قرآن مجید کی آیات کے احکام میں تضاد، تعارض اور اختلاف پایا جاتا ہے۔

یہ خیال کہ قرآن مجید کے احکام ایک دوسرے کے اس طرح معارض اور متضاد ہیں کہ اگر قرآن مجید کی کسی آیت میں ایک امر کو حلال ٹھہرایا گیا ہے تو کسی دوسری آیت میں اسے حرام ٹھہرا دیا گیا ہے۔ یا کسی آیت میں ایک بات کو حرام ٹھہرایا گیا ہے تو کسی دوسری آیت میں اسی امر کو حلال قرار دیا گیا ہے، سخت رد کرنے کے لائق ہے۔ اگر یہ بات درست ہو تو پھر قرآن کریم کے اوامر و نواہی سے سراسر امان اٹھ جاتی ہے۔

مگر نسخ کے قائلین علماء قرآن مجید میں ایسی آیات موجود مانتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ جب ایسی دو آیتوں کا جو اُن کے نزدیک نسخ کے قابل ہیں باہمی تعلق قلت تدبر کی وجہ سے سمجھ نہیں سکے اور انہیں سطحی نظر سے قرآن مجید کی ایسی آیات میں اختلاف نظر آیا اسلئے انہوں نے ایسی دو آیتوں میں تطبیق دینے کی بجائے اس مشکل کا آسان حل یہ خیال کر لیا ہے کہ قرآن مجید میں ناسخ منسوخ آیات قرار دیدیں۔ گویا ان کے نزدیک خدا تعالیٰ نے پہلے ایک حکم دیا تھا پھر اُسے منع فرما دیا ہے اور پہلے ایک بات سے منع کیا تھا تو پھر اسی کا حکم دیدیا ہے اور اس طرح ان کے نزدیک ایک آیت سے دوسری آیت کا حکم ہمیشہ کے لئے اٹھا دیا گیا ہے۔ اب منسوخ آیات کی تلاوت تو باقی رہ گئی ہے مگر اُن کا حکم اٹھ گیا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر بعض علماء اسلام تو اس قسم کے نسخ کے بھی قائل ہیں کہ قرآن مجید میں ایک آیت نازل ہوئی تھی جو اب قرآن مجید میں موجود نہیں بلکہ مرفوع التلاوت ہو چکی ہے مگر اس کا حکم باقی ہے۔ چنانچہ زانی کی سزا رجم کو بعض علماء ایسا ہی خیال کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں پہلے اس کا حکم نازل ہوا تھا لیکن اب یہ آیت مرفوع التلاوت ہو چکی ہے۔ یعنی قرآن مجید میں آیت

تو باقی نہیں رکھی گئی مگر اس کا حکم باقی رکھا گیا ہے۔
لیکن ایسی آیات کے مرفوع التلاوت ہونے کی کوئی معقول وجہ یہ علماء نہیں بتا سکتے اور ان کا یہ خیال محض بعض احاد قابلِ تاویل اور کمزور روایات پر مبنی ہے جو عقیدہ کی بنیاد نہیں بن سکتیں۔

## نسخِ اصطلاحی کن وجوہ سے تسلیم کیا جا سکتا ہے

نسخِ اصطلاحی اگر بالفرض قرآن مجید میں ہو تو صرف بوجوہ ذیل تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اگر ان وجوہ میں سے کوئی وجہ بھی نہ پائی جائے تو نسخِ اصطلاحی قرآن مجید میں تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

**اوّل:**۔ یہ کہ خود خدا تعالیٰ نے جو شریعتِ قرآنیہ کا نازل کرنیوالا ہے اپنی وحی جلی میں قرآن مجید میں خود یہ فرما دیا ہو کہ فلاں حکم جو قرآن مجید میں پہلے دیا گیا تھا وہ میں منسوخ کرتا ہوں یا اس حکم کو اب میں نے بالکل اٹھا دیا ہے۔ بلکہ ایسی وضاحت کرنا ضروری تھا تاکہ التباس نہ رہے جیسا کہ قوانینِ بشریہ میں بھی ایسی تصریح کو ضروری قرار دیا گیا ہے کہ فلاں حکم فلاں حکم سے منسوخ کیا جاتا ہے۔

**دوم:**۔ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ شارع نبی ہیں خود بیان فرما دیں کہ فلاں حکم قرآنی کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے اٹھا دیا ہے۔

**سوم:**۔ یہ کہ دو آیتوں کے حکم میں ایسا قطعی تعارض اور اختلاف پایا جاتا ہو کہ ان دونوں حکموں میں تطبیق کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکے اور ہمیں قطعی علم تاریخی حاصل ہو جائے کہ فلاں آیت پہلے نازل ہوئی تھی اور فلاں بعد میں۔

اگر ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے تو قرآن مجید میں نسخِ اصطلاحی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں:۔

"قال ابن الحصار انما یرجع فی النسخ الی نقل صریح عن رسول اللہ او عن صحابی وقد یحکم بہ عند وجود التعارض المقطوع بہ مع علم التاریخ لیعرف المتقدم والمتاخر"

کہ ابن الحصار نے کہا ہے کہ نسخ یا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی واضح قول سے ثابت ہو گا یا کسی صحابی کی نقلِ صریح (صریح روایت) موجود ہونے کی صورت میں تسلیم کیا جائیگا یا جبکہ دو آیتوں میں قطعی تعارض (اختلاف) پایا جائے اور اس کے ساتھ ہی تاریخ کا بھی علم ہو کہ فلاں حکم پہلا ہے اور فلاں بعد کا۔"

پس ابن الحصار کے قول کے مطابق قرآن و حدیث میں نسخ تب تسلیم کیا جا سکتا ہے جب کسی حکم کے نسخ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث موجود ہو یا صحابی کا قول موجود ہو اور دونوں حکموں میں قطعی تعارض موجود ہو یعنی ایسا تعارض کہ تطبیق کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکے مگر

ایسے تعارض کے پائے جانے پر بھی نسخ ماننے کے لئے اس بات کا تاریخی علم ہونا چاہیئے کہ کونسا حکم مقدم ہے اور کونسا مؤخر۔ ابن الحصار کے نزدیک اگر ان صورتوں میں سے کوئی صورت موجود نہ ہو تو نسخ نہیں مانا جائے گا۔

## قرآن مجید میں نسخِ اصطلاحی کی وجہ موجود نہیں

ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ بات بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے کسی آیت کے متعلق خود فرمایا ہو کہ اس کا حکم کلیۃً اٹھا دیا گیا ہے اور نہ ہی کوئی مرفوع حدیث نبوی ملتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ قرآن مجید کی فلاں آیت کا حکم اللہ تعالیٰ نے فلاں دوسری آیت کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے اٹھا دیا ہے۔ اگر نسخ کا عقیدہ درست ہوتا تو کم از کم کوئی روایت تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی کہ قرآن کریم کی فلاں آیت کے ذریعہ فلاں آیت منسوخ کی گئی ہے کسی صحابی کا کوئی قول بھی نسخ اصطلاحی کے بارہ میں ایسی دو آیتوں کے متعلق موجود نہیں جن میں قطعی تعارض موجود ہو اور ساتھ ہی تاریخی شہادت موجود ہو کہ فلاں آیت مقدم ہے اور فلاں متأخر۔

پس قرآن مجید میں نسخ پایا جانے کا دعویٰ ان طریقوں میں سے کسی طریق سے ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ دعویٰ سراسر باطل ہے۔

ہاں علماء نے بعض آیات میں سطحی نظر سے تعارض پا کر ان میں چونکہ تطبیق دینے کی پوری کوشش نہیں کی اسلئے انہوں نے تعارض کو قطعی قرار دیکر نسخ کا حکم لگا دیا ہے حالانکہ اگر ان آیتوں میں تدبر کیا جاتا تو دونوں آیتوں میں تطبیق کی صورت معلوم کی جا سکتی تھی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی دو آیتیں ایسی موجود نہیں جن کے احکام میں قطعی تعارض اور اختلاف پایا جاتا ہو۔ بلکہ سارے کا سارا قرآن مجید قابلِ عمل ہے اور اس میں کوئی ایسی دو آیتیں موجود نہیں جن میں سے ایک نے دوسری کے حکم کو کلیۃً یا ہمیشہ ہمیش کے لئے اٹھا دیا ہو۔

اب رہا کسی صحابی کا قول نسخ کے متعلق سو اس بارہ میں عرض ہے کہ ایسے اقوال کا حال یہ ہے کہ اگر ایک صحابی دو آیتوں کو ناسخ منسوخ قرار دیتے ہیں تو ایک دوسرے صحابی ہمیں ایسے بھی مل جاتے ہیں جو ان دونوں آیتوں میں نسخ نہیں مانتے بلکہ انہیں محکم قرار دیتے ہیں۔ پس جب صحابہ کرام میں نسخ کے بارہ میں اس طرح کا اختلاف بھی موجود ہے تو پھر کسی صحابی کے قول پر قرآن مجید میں نسخ اصطلاحی پایا جانے کے خیال کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا خصوصاً جبکہ خود علماء مانتے ہیں کہ صحابی کا قول حجت شرعی بھی نہیں ہے۔ صحابہؓ کی روایات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخ کا خیال محض ایک ذوقی امر رہا ہے۔ ایک نے اپنے مذاق کے لحاظ سے دو آیتوں میں نسخ کی رائے دی تو دوسرے نے ان میں نسخ نہیں مانا۔ پس ہمیں ایسی روایات میں سے انہی صحابہ کی روایات کو ترجیح دینی چاہیئے جو دونوں قسم کی آیات میں نسخ کے قائل نہیں کیونکہ خود ان کا باہمی اختلاف

نسخ کے عقیدہ کی بنیاد کو سخت کمزور بنا رہا ہے ۔
علاوہ ازیں نسخ کے بارہ میں صحابہ کی روایات سب
ضعیف ہیں۔ چنانچہ علامہ طبرسی جو بڑے پایہ کے
عالم مانے گئے ہیں فرماتے ہیں کہ :-

"الروایات فی النسخ کلہا
ضعیفۃ۔"

مزید برآں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین قرآن مجید
میں اصطلاحی نسخ پایا جانے کے قائل نہ تھے بلکہ وہ نسخ
کا لفظ صرف اس کے لغوی معنوں میں استعمال کرتے
تھے پس صحابہ کرامؓ کے نزدیک قرآن مجید میں نسخ
اصطلاحی موجود نہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ شاہ صاحب محدّث
دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

"آنچہ از استقرائے کلام صحابہ و
تابعین معلوم مے شود آنست کہ
ایشاں نسخ را استعمال مے کردند
بازائے معنی لغوی کہ ازالۂ چیزے
است بچیزے نہ بازائے مصطلح
اصولیاں پس معنی نسخ نزدیک ایشاں
ازالہ بعض اوصاف آیتے است بآیتے
دیگر خواہ انتہائے مدت عمل اشد یا
صرف کلام از معنی متبادر بغیر متبادر
یا بیان اتفاقی بودن قیدے یا تخصیص
عامے یا بیان فارق درمیان منصوص و
آنچہ قیاس کردہ برآں است ظاہراً یا ازالۂ
عادت جاہلیت یا شریعت سابقہ باب
نسخ نزدیک ایشاں بابے است وسیع آمدہ
عقل را درآنجا جولانی شدہ اختلاف
را گنجائش لہذا عدد آیات منسوخہ
بہ پانصد رسانیدہ اند واگر نیک
بشگافی غیر محصور است واما آنچہ
باصطلاح متاخرین منسوخ است از
عدد قلیل بیش نیست لاسیما بحسب
توجیہے کہ ما اختیار کردہ ایم۔"

(تفسیر الفوز الکبیر صفحہ ۱۵-۱۹)

(ترجمہ) یعنی صحابہ کرام اور تابعین کے کلام کی
چھان بین کرنے سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے
وہ یہ ہے کہ یہ لوگ نسخ کا لفظ صرف
لغوی معنوں میں استعمال کرتے تھے نہ کہ
اصولیوں کی اصطلاح میں پس نسخ کے
معنی ان کے نزدیک کسی آیت کی
بعض اوصاف کا دوسری آیت سے
زائل ہونا ہوتے ہیں خواہ اس سے مراد
یہ ہو کہ پہلی آیت کے عمل کی مدت ختم
ہو گئی ہے یا یہ ہو کہ آیت کے جو معنی
متبادر تھے (یعنی عام طور پر سمجھے گئے
تھے) دوسری آیت بتائے کہ ان کے
بجائے اس جگہ غیر متبادر (یعنی دوسرے
معنی مراد ہیں جو پہلے ذہن میں نہیں
آئے۔ یا نسخ سے مراد انکی یہ ہوتی ہے

کہ فلاں آیت میں ایک قید اتفاقی موجود تھی۔ یا نسخ سے ان کی یہ مراد ہوتی ہے کہ ایک حکم پہلے عام تھا ایسے خاص کر دیا گیا ہے۔ یا وہ نسخ سے یہ مراد لیتے تھے کہ ایک نص پر جو امر ظاہری معنوں کے لحاظ سے قیاس کیا گیا تھا دوسری آیت نے اس قیاس کو درست قرار نہیں دیا۔ یا نسخ کا لفظ اس بات کے لئے بولتے تھے کہ کسی آیت نے جاہلیت کی ایک رسم و عادت یا شریعت سابقہ کو مٹایا ہے۔ غرض نسخ کے معنی ان کے نزدیک بہت وسیع ہیں عقل و فکر کیلئے ایسے نسخ میں جولانی کی وسیع گنجائش ہے اور اس طرح سے منسوخ آیات کی تعداد پانچسو تک پہنچائی گئی۔ بلکہ اگر اچھی طرح چھان بین کی جائے تو ایسی آیات بیشمار ہیں لیکن متاخرین علماء کی اصطلاح کے مطابق خصوصاً اس توجیہ کے لحاظ سے جو ہم نے اختیار کی ہے منسوخ آیات کی تعداد عدد قلیل سے زیادہ نہیں۔"

نسخ کے عقیدہ کی کمزوری کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ منسوخ آیات کی تعداد میں بھی بڑا بھاری اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء پانچسو آیتیں منسوخ قرار دیتے ہیں اور بعض بیس اور بعض صرف پانچ۔ اور بعض قرآن میں نسخ کے قطعاً منکر ہیں۔

چنانچہ ابو جعفر احمد بن اسماعیل النحوی مصری المتوفی ۳۳۸ھ نے اپنی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں ۲۵۷ آیات درج کی ہیں جن میں ۱۰۴ کو منسوخ قرار دیا جاتا ہے اور پھر ان کے نسخ و عدم نسخ کے بارہ میں علماء و مفسرین کا اختلاف بھی درج کیا ہے کہ بعض فلاں آیت کو بدیں وجہ منسوخ قرار نہیں دیتے اور بعض منسوخ قرار دیتے ہیں۔

لیکن علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر اتقان میں صرف بیس آیات منسوخ قرار دی ہیں اور ابن الحصار کا یہ قول درج فرمایا ہے:۔

"لا یعتمد فی النسخ علی قول
عوام المفسرین بل ولا اجتہاد
المجتہدین من غیر نقل صریح
ولا معارضۃ بینۃ لان النسخ
رفع حکم واثبات حکم تقرر فی
عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم
والمعتمد فیہ النقل والتاریخ
دون الرای والاجتہاد۔"

(اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۲)

کہ نسخ کے بارہ میں عام مفسرین کے قول پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا بلکہ نقل صریح اور واضح معارضہ کے بغیر مجتہدین کے اجتہاد پر بھی نسخ کے بارہ میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نسخ ایک حکم کے اٹھا دینے اور دوسرے حکم کے قائم

کرنے کا نام ہے جبکہ اس حکم کا اٹھایا
جانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد
میں قرار پا چکا ہو۔ پس اس بارہ میں صرف
نقل (روایت) اور تاریخ پر اعتماد
کیا جائے گا رائے اور اجتہاد پر
اعتماد نہیں کیا جائے گا۔"

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک نسخ کے بارہ میں کوئی روایت نہیں پہنچتی۔ پھر نسخ کے بارہ میں خود صحابہ میں اختلاف موجود ہے۔ ایک صحابی اگر ایک آیت کو منسوخ قرار دیتا ہے تو دوسرا اُسے محکم قرار دیتا ہے۔ پس روایات صحابہ میں یہ واضح اختلاف بھی نسخ کی بنیاد کو گرا رہا ہے۔

حمد اللہ تعالیٰ بے شمار برکتیں اور رحمتیں نازل کرے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر کہ انہوں نے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی قرار دادہ بیس منسوخ آیتوں میں سے پندرہ آیتوں کو خود حل کر دیا ہے اور صرف پانچ آیتوں میں وہ تطبیق نہیں دے سکے۔ اور لکھتے ہیں :-

"علیٰ ما حررت لا یتعین النسخ
الا فی خمس آیات" (الفوز الکبیر صـ۱۸)
کہ میری تحریر کے مطابق نسخ صرف پانچ
قرآنی آیتوں میں متعین ہوتا ہے۔"

اب آپ حضرات غور کریں قائلین نسخ فی القرآن کا دعویٰ کتنا بودا اور کمزور ہے کہ پہلے قرآن مجید میں پانسو آیتیں منسوخ قرار دی جاتی تھیں جو اب گھٹتے گھٹتے آخر پانچ رہ گئی ہیں۔ اگر نسخ فی القرآن کا عقیدہ کسی مضبوط دلیل پر مبنی ہوتا تو اکثر منسوخ قرار دادہ آیات متفقہ طور پر منسوخ قرار دی جاتیں اور اس طرح وہ پانچ سو سے گھٹتی گھٹتی صرف پانچ نہ رہ جاتیں۔

صاف ظاہر ہے کہ آیات قرآنیہ میں نسخ کا عقیدہ محض رائے اور قیاس پر مبنی ہے نہ کسی قطعی دلیل پر۔ جو علماء دو آیتوں میں تعلق نہیں سمجھ سکے اور قلت تدبر کی وجہ سے ان دو آیتوں کے حکموں میں بظاہر اختلاف دیکھ کر تطبیق نہیں دے سکے انہوں نے ایک آسان راہ یہ اختیار کر لی کہ اس بات کا تاریخی علم حاصل کئے بغیر کہ فلاں آیت پہلی ہے اور فلاں پچھلی محض اپنی ناقص عقل کو اپنا رہنما بنا کر وحی الٰہی قرآنی کو منسوخ قرار دینے لگ پڑے۔

اللہ تعالیٰ بے انتہا برکتیں اور رحمتیں نازل کرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اور آپ کے خلفاء پر جن کا ہم پر یہ بھاری احسان ہے کہ اس زمانہ میں انہوں نے یہ آواز بلند کی کہ قرآن مجید کا کوئی حکم منسوخ نہیں۔ ان کے اس اعلان کے بعد آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف مصر میں علامہ خضری اپنی کتاب "اصول الفقہ" میں ان پانچ آیات کو حل کر رہے ہیں تو دوسری طرف ہمارے ملک کے ایک جید عالم سید سلیمان صاحب ندوی کے ذریعہ ابوالمسلم اصفہانی کے اس علم کو زندہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ قرآن مجید میں کوئی آیت منسوخ نہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ تیسری صدی ہجری میں جس میں امام ابوجعفر النحوی مصری نے کتاب الناسخ والمنسوخ لکھی ہے ایک زبردست عالم امام

ابومسلم محمد بن بحر انی گزرے ہیں (یہ ۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے اور انہوں نے ۳۲۲ھ ہجری میں وفات پائی) اس عالم جلیل نے اپنے زمانہ میں قرآن مجید میں نسخ پائے جانے کا صریح انکار کیا اور ۱۴ جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی جو حوادث زمانہ کا شکار ہو گئی۔ علامہ سید سلیمان ندوی صاحب نے اپنے ایک رفیق کار سعید صاحب انصاری کو ہدایت فرمائی کہ ابومسلم اصفہانی کے مٹے ہوئے علم کو پھر زندہ کیا جائے۔ چنانچہ سعید صاحب انصاری نے سید صاحب موصوف کی ہدایت پر کمر ہمت باندھی اور امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر سے ابومسلم اصفہانی کی تفسیر کو جمع کیا اور ایک کتاب بنام ملتقط جامع التاویل لمحکم التنزیل کے نام سے شائع فرمائی۔

اس میں سعید صاحب انصاری رقمطراز ہیں:۔

"کان کذالک برھۃ من الزمان حتی انتھت کرامۃ اللہ فی علومہ الی ابی مسلم الاصفھانی وابی القاسم البلخی وابی بکر الاصم والقفال وغیرھم فوضعوا فی التفسیر کتبا وفتحوا بھا سبل السلام ورفعوا بھا اعلام الحق وثبتوا ارجاء الاسلام فقطعوا نزعات اھل الفلسفۃ وسرۃ راشبھات الملحدین وکان احسنھم تاویلا واشرفھم واسدھم رأیا واصوبھم ابومسلم الاصفھانی صاحب ایادی البیضاء فی التفسیر والآیات الباھرات فی التاویل وکان کتابہ اربعۃ عشر مجلدا فلعبت بہ ایدی الزمان فلا توجد نسخۃ منہ فی مکان وانما بقی ما بقی منہ فی تصانیف التفسیر الرازی۔"

سعید انصاری صاحب کی اس عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:۔

"زمانہ کا حال کچھ عرصہ اسی طرح رہا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے اپنے علوم دینیہ سے ابومسلم اصفہانی اور ابوالقاسم بلخی اور ابوبکر اصم اور قفال وغیرہ کو نوازا۔ ان بزرگوں نے تفسیریں لکھیں۔ اور ان میں سلامتی کے راستہ کو واضح کیا اور سچائی کے علم بلند کئے اور اسلام کی اطراف (علمی سرحدوں) کو مضبوط کیا اور اہل فلسفہ کی نزاعوں کو کاٹ ڈالا اور ملحدین کے شبہات کو نمایاں کیا۔ ان سب میں سے ابومسلم اصفہانی، علیٰ اور مضبوط اور درست رائے والا ہے۔ یہ تو علم تفسیر میں ید بیضا اور علم التاویل میں روشن آیات کا مالک ہے۔ ان کی تفسیر کی چودہ جلدیں تھیں جو

حوادث زمانہ سے ضائع ہو گئیں اور اب ان کا کوئی نسخہ نہیں ملتا۔ اب ان میں سے صرف وہ کچھ باقی رہ گیا ہے جو امام رازی کی تصانیف میں ملتا ہے۔"

پھر وہ لکھتے ہیں :-

"مجھے مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے جو دار المصنفین کے مہتمم تھے) یہ تحریک فرمائی کہ میں ابو مسلم اصفہانی کے مٹے ہوئے علم کو زندہ کروں اور اس کی منتشر باتوں کو جمع کروں۔ چنانچہ اس کام کے لئے میں نے کمر ہمت باندھی اور امام رازی علیہ الرحمۃ کی تفسیر کی ورق گردانی سے ابو مسلم کی نصوص کو نکال لیا اور پھر ان کی کانٹ چھانٹ اور تصحیح کے بعد انہیں قرآنی سورتوں کی ترتیب پر مرتب کر دیا۔ اس امید پر کہ اس طرح ابو مسلم کی متفرق نصوص اور اس کے اِدھر اُدھر پھیلے ہوئے افکار ترتیب پا جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ ہمارے زمانہ کے ملحدوں (بے دینوں) کو فائدہ پہنچائے گا اور ہمارے زمانہ کے شک کرنے والوں کو (شک کی بیماری سے) شفا دیگا۔ یہ وہ کتاب ہے جس کا نام میں نے ملتقط جامع التاویل لمحکم التنزیل رکھا ہے۔ (جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے) دراصل (ابو مسلم اصفہانی کے) کثیر میں سے قلیل ہے اور اس کے سمندر میں سے ایک قطرہ ہے۔" (ملتقط جامع التاویل لمحکم التنزیل)

سعید صاحب انصاری کی اس کتاب میں ان پانچ آیات میں سے جنہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی منسوخ قرار دیا ہے تین کا حل موجود ہے۔ بہرحال سید سلیمان صاحب ندوی کا رجحان بھی اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی آیت قطعی طور پر منسوخ نہیں ورنہ وہ سعید صاحب انصاری سے ابو مسلم کے علوم کی تجدید نہ کراتے۔ اس کتاب میں امام ابو مسلم اصفہانی کی طرف سے صاف یہ دعویٰ درج کیا گیا ہے :-

اَنَّهُ لَا نَسْخَ فِي الْقُرْآنِ

کہ قرآن مجید میں کوئی آیت منسوخ نہیں۔ اور پھر اس دعویٰ پر تین دلیلیں بھی دی گئی ہیں اور قائلین نسخ کے دلائل کو بھی توڑا گیا ہے۔

اسی طرح زمانہ حال کے ایک عالم علامہ خضری مصری نے اپنی کتاب "اصول فقہ" میں علامہ جلال الدین سیوطی صاحب اتقان کی پیش کردہ بیس منسوخ آیات کو پیش کر کے امام ابو مسلم اصفہانی کے طریق پر ان ساری آیات میں تطبیق دیکر دکھائی ہے۔ گویا ان دونوں عالموں نے گو ابو مسلم اصفہانی کا سہارا لیکر منسوخ قرار دادہ آیات کا حل پیش کیا۔ تاہم ان کا یہ عمل اس حد تک بہت قابل تعریف ہے اور امت پر ایک بڑا احسان ہے

کہ انہوں نے دین سے دلچسپی رکھنے والوں کے دلوں سے اس طرح عقیدۂ نسخ فی القرآن کے خیال کو نکالنے کی کوشش کی ہے۔

## ردِّ نسخ میں قرآنی دلائل

قرآن مجید میں نسخ کے پائے جانے کا دعویٰ ایک ایسا دعویٰ ہے جسے خود قرآن مجید کی متعدد آیات ردّ کر رہی ہیں مگر میں اس جگہ ان آیات میں سے صرف چند آیات اس دعوٰی کے ثبوت میں پیش کرتا ہوں۔

**اوّل** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ
كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا
فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۔

(سورہ نساء رکوع ۱۱ پ۵)

کہ کیا یہ لوگ قرآن مجید میں تدبر سے کام نہیں لیتے۔ اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا بلکہ کسی اور کا کلام ہوتا تو وہ اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔

گویا اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ میرا کلام جو قرآن مجید میں نازل ہوا ہے اختلاف سے پاک ہے کیونکہ اختلاف غیر اللہ کے کلام میں پایا جا سکتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں۔ لہٰذا اگر قرآن مجید غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں (تھوڑا تھوڑا) بہت سا اختلاف پایا جاتا۔ آیت کے شروع میں یہ فرمانا کہ کیا لوگ قرآن مجید میں تدبر نہیں کرتے یہ بتانے کے لئے ہے کہ قرآن مجید میں بظاہر جو تھوڑا سا اختلاف کسی کو نظر آئے تو یہ عدم تدبر کا نتیجہ ہوگا ورنہ قرآن مجید میں تدبر کرنے والے کو اس کی تمام آیات ایک دوسری سے موافقت اور مطابقت رکھنے والی دکھائی دیں گی۔ جب قرآن مجید کی آیات میں اختلاف موجود نہیں تو قرآن مجید میں اصطلاحی نسخ پایا جانے کا خیال بھی باطل قرار پایا۔ کیونکہ قرآن مجید میں اصطلاحی نسخ ماننے کا عقیدہ اسی بات پر مبنی ہے کہ اس کی بعض آیات میں قطعی اختلاف و تعارض موجود ہے جس میں تطبیق نہیں دی جا سکتی۔

پس قرآن مجید میں نسخ اصطلاحی ماننا قرآن مجید میں قطعی تعارض اور اختلاف کو قبول کرنا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اختلاف پائے جانے کو کلامِ الٰہی کی شان کے منافی قرار دیتا ہے۔

**دوم** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا
جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ
عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ
بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ
تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝

کہ جن لوگوں نے الذکر یعنی قرآن مجید کا انکار کیا ہے جبکہ یہ ذکر انکے پاس آیا (انکو معلوم ہونا چاہیئے) کہ یقیناً یہ ایک غالب آنیوالی کتاب ہے جس کے سامنے سے بھی باطل راہ نہیں پاتا اور نہ اس کے پیچھے سے بھی باطل راہ نہیں پاتا

(یعنی جس کے کسی حکم کو نہ کوئی موجودہ لوگوں
میں سے باطل یا ناقابلِ عمل ثابت کر سکتا
ہے اور نہ پیچھے آنیوالے لوگوں میں سے کوئی
اس کے کسی حکم کو ہمیشہ کے لئے ناقابلِ عمل
قرار دے سکتا ہے) یہ تو حکیم اور حمید
خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے
لہذا اس کی تمام تعلیم حکمت پر مبنی ہے اور
قابلِ تعریف ہے۔

اس آیت میں سارے قرآن مجید کو الذکر قرار دیا گیا ہے یعنی ایسی تعلیم جس کا یاد رکھنا ضروری ہے اور جس پر عمل کرنے سے بلندی اور رفعت حاصل ہوتی ہے۔ الذکر کے معنی بلند اور شرف دینے والی تعلیم ہوتی ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ کِتَابًا
فِیْهِ ذِکْرُکُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝

(الانبیاء رکوع اوّل)

ہم نے یقیناً تمہاری طرف ایک ایسی
کتاب اُتاری ہے جس میں تمہارے
دینی اور دنیوی شرف کا سامان موجود
ہے۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

پھر فرمایا نہ موجودہ زمانہ میں جبکہ یہ کتاب نازل ہوئی اس کا کوئی حکم ناقابلِ عمل قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ اسکے بعد اس کے کسی حکم کو کوئی ناقابلِ عمل ثابت کر سکتا ہے۔ پس جبکہ سارا قرآن مجید الذکر ہے اور قابلِ عمل قرار دیا گیا ہے تو اس کا کوئی حکم منسوخ نہیں قرار دیا جا سکتا

نسخ کے معنی قاموس میں ابطال بھی لکھے ہیں۔ ان معنی میں قرآن مجید میں نسخ کا پایا جانا صریح طور پر اس آیت کی رُو سے مردود خیال ہے کیونکہ قرآن مجید کے کسی حکم کا ابطال نہیں ہو سکتا یعنی وہ حکم ہمیشہ ہمیش کے لئے ناقابلِ عمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

**سوم** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا
لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (سورۃ حجر رکوع ۱)

کہ بے شک ہم نے ہی الذکر (قرآن مجید)
کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی
حفاظت کرنے والے ہیں"

اب اگر قرآن مجید کے الفاظ تو موجود ہوں لیکن اس کی کسی آیت کے حکم کا جس کی مخاطب اُمت محمدیہ تھی اُٹھ جانا تسلیم کر لیا جائے تو یہ امر اس کی حفاظت کے وعدہ کے خلاف ہے۔

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ نسخ کے بارہ میں مرفوع التلاوت آیات کے متعلق روایات اور ایسی روایات کہ قرآن مجید کی بعض آیات مصحفِ عثمانی میں درج نہیں کی گئیں قرآن مجید کے اس صریح اور واضح مؤکد وعدہ الٰہی کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابلِ تاویل یا قابلِ ردّ ہیں ممکن ہے کہ بعض عبارات کو جو وحی خفی پر مشتمل ہوں غلطی سے قرآن مجید کا حصہ سمجھ لیا گیا ہو۔ حالانکہ دراصل وہ قرآن مجید کی وحی متلو کا حصہ نہ ہوں۔ اگر قرآنی آیات کا جن کی حفاظت کا وعدہ تھا قرآن مجید میں درج ہونے سے رہ جانا تسلیم کیا جائے تو خدا تعالےٰ

نے قرآن مجید کی حفاظت کا جو وعدہ کیا تھا اُس میں معاذ اللہ وعدہ خلافی ماننا پڑے گی حالانکہ خدا تعالیٰ وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ وہ خود فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

**چہارم** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ
ھِیَ اَقْوَمُ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱)
کہ یقیناً یہ قرآن انہیں راستوں کو بتاتا
ہے جو اَقْوَم یعنی انتہائی سیدھے اور
قائم رہنے والے ہیں۔

پس اس آیت کی موجودگی میں قرآن مجید کی کسی آیت کے حکم کا جو اُمت کی بہتری اور بھلائی کے لئے نازل ہوا ہمیشہ ہمیش کے لئے اُٹھ جانا تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

**پنجم** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ
لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا
الْاَلْبَابِ (ص رکوع ۳)
کہ اے نبی ہم نے تیری طرف یہ مبارک
کتاب اُتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیات
میں تدبر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت
حاصل کریں۔"

پس اس آیت میں سارا قرآن مجید ہی بابرکت اور قابلِ عمل نصائح پر مشتمل قرار دیا گیا ہے۔ ضرورت صرف تدبر کرنے کی ہے۔ تدبر کرنے والا سارے قرآن مجید سے قابلِ عمل نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ پس اس کی کوئی آیت منسوخ قرار نہیں دی جا سکتی۔

**ششم** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ
ھُوَ الْحَقَّ وَیَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطِ
الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ (سبا ع ۱)
کہ اہلِ علم اس کو جو تیری طرف نازل ہوا
حق پاتے ہیں اور یہ غالب اور تعریف
والی ہستی کی راہ کی طرف راہ نمائی
کرتا ہے۔"

اس آیت سے ظاہر ہے کہ سارا قرآن مجید ضرورتِ حقہ پر نازل ہوا ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ دکھاتا ہے۔ پس اس کی کوئی آیت ایسی قرار نہیں دی جا سکتی جس کا کوئی حکم اُمتِ محمدیہ کے لئے ہمیشہ ہمیش کے لئے اُٹھ گیا ہو اور اس کی ضرورتِ حقہ دنیا میں نہ پائی جاتی ہو لیکن قرآن مجید میں نسخ اصطلاحی ماننے کی صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اب بعض آیات جو قابلِ عمل نہیں ہیں ان کی ضرورتِ حقہ ہمیشہ کے لئے مفقود ہے اور ان پر عمل کرنے سے انسان کو عزیز حمید خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے رہنمائی حاصل نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ امر اس آیت کے خلاف ہے۔ پس قرآن مجید سارے کا سارا ہادی اور رہنما ہے اور اس کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔

**ہفتم** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

الٓرٰ۔ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ
ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ

خبیر۔
کہ میں اللہ تعالیٰ حالات کو خوب دیکھ کر
گواہی دے رہا ہوں یہ ایک ایسی کتاب
ہے جس کی سب آیات محکم ہیں اور پھر
ان کی حکیم و خبیر خدا تعالیٰ کی طرف
سے تفصیل بیان کی گئی ہے۔"

پس جب قرآن مجید کی تمام آیات کو ایک لحاظ سے محکمات قرار دیا گیا ہے تو پھر ان میں حقیقی تعارض اور اختلاف کیسے پایا جا سکتا ہے۔ منسوخ بھی محکم کی ضد ہے۔ جب قرآن مجید کی سب آیات کے محکم ہونے کا دعویٰ صاف صاف طور پر قرآن مجید میں موجود ہے اور تدبر کرنیوالوں کے لئے سب آیات متشابہات بھی محکمات بن جاتی ہیں تو اس کی آیات میں نسخ اصطلاحی پائے جانے کا دعویٰ غلط قرار پایا۔

## قائلینِ نسخ فی القرآن کے دلائلِ قرآنی اور ان کا ردّ

قرآن مجید میں نسخ اصطلاحی پایا جانے کے متعلق قائلینِ نسخ نے قرآن مجید کی دو آیتوں کو دلیل قرار دیا ہے۔

**اوّل** ۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِهَا
نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا
کہ ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے
بھلا دیتے ہیں، اس سے بہتر لاتے ہیں
یا اس کے مثل لاتے ہیں۔"

اس آیت سے یہ استنباط کیا جاتا ہے کہ اس جگہ "اٰیة" سے مراد قرآن مجید کی آیت ہے اور اس جگہ قرآن مجید کی بعض آیات کے منسوخ کرنے اور ان کی جگہ اور آیات لانے کا ذکر ہے۔

حالانکہ اگر سیاقِ کلام کو دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کا تعلق صرف پچھلی شریعتوں سے ہے جنہیں قرآن مجید نے منسوخ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے مذکور ہے کہ یہودی قرآن مجید پر اس لئے ایمان نہیں لاتے تھے کہ یہ بنی اسرائیل پر نازل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین تم پر کسی خیر (یعنی کتاب الٰہی) کا نازل ہونا پسند نہیں کرتے (اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح ہمارا دین منسوخ ہو جاتا ہے) اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جو کوئی بات منسوخ کرتے یا بھلاتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مثل لے آتے ہیں۔ گویا یہ بتایا ہے کہ اگر ہم نے شریعتِ موسوی منسوخ کر دی ہے تو اس سے بہتر اور اس کے مثل شریعت نازل بھی کر دی ہے۔ پس یہ امر سیاقِ کلام سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ آیت مَا نَنْسَخ کا تعلق اہل کتاب سے ہے اور اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ سابقہ الہامی کتب دو قسم کی آیات پر مشتمل تھیں۔ کچھ آیات تو ان میں ایسے احکام پر مشتمل تھیں جو وقتی تھے اور جن لوگوں کی طرف وہ شریعتیں بھیجی گئی تھیں ان کے زمانہ کے مخصوص حالات کے متعلق ان میں احکام دیئے گئے تھے اور کچھ آیات ان میں ایسی تھیں جو ابدی صداقتوں اور احکام پر بھی مشتمل تھیں۔ ان میں سے

کچھ احکام کو یہ قومیں بھول چکی تھیں اور اس وجہ سے ان پر عامل نہیں رہی تھیں۔ پہلی قسم کے احکام جو وقتی تھے انہیں قرآن مجید کے ذریعہ منسوخ کیا گیا ہے اور ان سے بہتر تعلیم پیش کی گئی ہے۔ اور وہ ابدی صداقتیں اور احکام جنہیں یہ قومیں بھول چکی تھیں انہیں نئے سرے سے قرآن مجید میں بیان کر دیا گیا ہے پس اس آیت نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا اور مِثْلِهَا کے الفاظ بطور لف ونشر مرتب کے ہیں۔ نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا کے الفاظ کا تعلق سابقہ کتب کی منسوخ آیات سے ہے کہ ان کے بدلے جو آیات قرآن مجید میں نازل کی گئیں وہ اپنی تعلیم کے لحاظ سے اُن پہلی آیات سے بہتر ہیں۔ اور مِثْلِهَا کا تعلق ان آیات سے ہے جو بھلا دی گئی تھیں۔ اسلئے اب ان کے مثل احکام قرآن مجید میں دوبارہ نازل کر دیئے گئے ہیں پس اس آیت میں کوئی لفظ اس بات پر دال نہیں کہ قرآن مجید کی کسی آیت کو منسوخ کیا گیا ہے۔ اور ننسہا کا لفظ بھی اس پر دلیل ہے کہ اس کا تعلق قرآنی آیتوں سے نہیں کیونکہ اس بات کا حقیقۃً کوئی ثبوت موجود نہیں کہ قرآن مجید کی کوئی آیت چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول گئی تھی اسلئے اس کے مثل کوئی دوسری آیت نازل کی گئی۔

ماسوا اس کے اس آیت کے نزول سے پہلے ابھی تک کوئی ایسی آیت ہی نازل نہیں ہوئی تھی جسے بقول مفسرین منسوخ قرار دیا گیا ہو۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس آیت کا تعلق قرآن مجید کی کسی آیت کے منسوخ ہونے سے نہیں ہو سکتا۔

اگر بالفرض زیر بحث آیت کا تعلق قرآن مجید سے بھی سمجھا جائے تو بھی قرآن مجید میں نسخ اصطلاحی کا پایا جانا ضروری نہیں۔ کیونکہ آیت ہذا جملہ شرطیہ پر مشتمل ہے اور شرط کا متحقق ہونا ضروری نہیں پس اس لحاظ سے اس آیت سے قرآن مجید میں حتمی طور پر کسی منسوخ آیت کے پائے جانے کا دعویٰ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر بالفرض کوئی قرآنی آیت منسوخ ہو چکی ہے تو وہ اب اس موجودہ قرآن مجید میں موجود نہیں۔

**دوسرا** دوسری آیت جسے نسخ فی القرآن کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے یہ ہے :-

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ
قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ...

کہ اے نبی! جب ہم ایک کی جگہ دوسری آیت تبدیل کرتے ہیں تو معترض کہتے ہیں یقیناً تو مفتری ہے۔ ...

میں کہتا ہوں کہ اس آیت کے بھی ہرگز یہ معنی نہیں کہ قرآن مجید کے کسی حکم کو بدل کر دوسرا حکم لائیں تو یہ ہمیں مفتری کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی وحی کا کوئی حکم بدلا نہیں گیا۔

اس بارہ میں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم اس بات کے منکر نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض ایسے احکام تبدیل ہوئے جو وحی خفی کے ذریعہ نازل ہوئے تھے۔ ہاں ہمیں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ قرآن مجید کے اندر مذکور اور موجود احکام میں سے کسی حکم کو بدلا گیا ہو اور اسے کلیۃً اور ہمیشہ ہمیش کے لئے اُٹھا کر اس کے عوض اُمت محمدیہ کو دوسرا حکم اس طرح

دیا گیا ہو کہ اب پہلے حکم پر عمل کرنا حالت میں ناجائز ہو۔

پھر آیۃ کے معنی دلیل اور نشان کے بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ تاج العروس میں ہے: الآیۃ الرسالۃ وتستعمل بمعنی الدلیل والمعجزۃ۔

اسی طرح پیشگوئی کو بھی قرآن مجید میں آیۃ قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ علماء کو مسلّم ہے کہ وعیدی پیشگوئیاں اصلاح کر لینے پر ٹل جاتی ہیں اور اس طرح گویا انذار سے تبشیر میں بدل دی جاتی ہیں۔ قرآن کریم کی کئی آیات میں آیۃ کا لفظ نشان، دلیل اور معجزہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے:۔

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ

نیز فرماتا ہے:۔

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا۔

کہ ہم انہیں جو نشان دکھاتے ہیں وہ اپنے ساتھ والے (پہلے) نشان سے بڑا ہوتا ہے۔"

نیز فرماتا ہے:۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ

کہ مُردہ زمین بھی ان کے لئے نشان ہے جسے ہم نے زندہ کیا۔"

اگر قرآنی ترتیب کو مدنظر رکھیں تو اس آیت سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تاللہ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ اس آیت میں سب قوموں کی طرف نبی بھیجے جانے کا ذکر ہے۔ کفار نے اس پر اعتراض کیا کہ اگر پہلے بھی نبی گزرے ہیں تو چاہیئے تھا کہ قرآن کریم کی تعلیم ان کی تعلیم کے مطابق ہوتی اور دونوں میں اختلاف نہ ہوتا مگر اس میں تو ان تعلیموں کے خلاف تعلیم بھی ملتی ہے۔ لہذا محمد (رسول اللہ) نے افتراء کیا ہے۔ ورنہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اُن نبیوں کو کچھ کہے اور اسے کچھ کہے۔ پس اس آیت میں اسی اعتراض کا ذکر ہے اور آیت سے مراد یہ ہے کہ انبیاء کی تعلیم کو بدل کر قرآن مجید میں جو تعلیم آئی ہے اس بنا پر مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بدل کر تعلیم لانا ایک افتراء ہے۔

اس کے بعد کی آیات میں ان کے اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اسے روح القدس نے نازل کیا ہے۔ گویا ساری دنیا میں ظلمت کا پھیل جانا ایک نئی شریعت کے وجود کو چاہتا تھا۔ اس میں اشارہ تھا کہ اس تعلیم کے ذریعہ دنیا کو گندگی اور آلودگی سے پاک کرنا مقصود ہے۔ ان معنوں کی تائید امام ابومسلم کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ امام ابومسلم اصفہانی اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:۔

" تاویل الآیۃ اذا بدّلنا آیۃ مکان آیۃٍ فی الکتب المتقدمۃ مثل انہ حوّل الکعبۃ من بیت المقدس الی الکعبۃ قال المشرکون انت مفترٍ فی التبدیل" (ملتقط جامع

التاویل لمعالم التنزیل ص۱
مرتبہ سعید صاحب انصاری)
کہ اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ سے
مراد پہلی کتب کی آیات کا بدلنا ہے۔
مثلاً خدا تعالیٰ نے قبلہ بیت المقدس
کو بدل کر کعبہ مقرر کر دیا تو مشرکوں
نے کہا۔ اے نبی تو اس تبدیلی
میں مفتری ہے۔"

پس اس آیت سے قرآن مجید کے کسی حکم کو بدل کر اس کی جگہ دوسرا حکم لانا مراد نہیں بلکہ پہلی شریعتوں اور ان کے احکام کا بدلنا مراد ہے یا پھر وعید کی پیشگوئیوں کا ٹال دینا مراد ہے۔ بہرحال یہ آیت یہ نہیں بتاتی کہ قرآن مجید میں دو ایسی آیتیں بھی پائی جاتی ہیں جن میں سے ایک آیت دوسری آیت کا حکم اُمتِ محمدیہ کے لئے کلیۃً اور ہمیشہ ہمیش کے لئے اُٹھا رہی ہے۔

## سینکڑوں آیات منسوخ قرار دینے والوں کے عدمِ تدبّر کا نمونہ

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ تفسیر اتقان میں بیان فرماتے ہیں کہ آیاتِ قرآنیہ کو کثرت سے منسوخ قرار دینے والوں نے کئی ایسی آیات کو بھی جو تخصیص کی صورت رکھتی ہیں ناسخ میں شامل کر لیا ہے۔ بلکہ بعض ایسی آیتوں کو بھی منسوخ قرار دیدیا ہے جن کا نسخ سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں بعض علماء نے آیت مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کو آیتِ زکوٰۃ سے منسوخ قرار دیدیا ہے۔ حالانکہ یہ آیت حسب تصریح صاحب اتقان متقیوں کی تعریف میں ایک خبر کی حیثیت رکھتی ہے اور خبر منسوخ قرار نہیں دی جا سکتی۔ نیز آیتِ زکوٰۃ کو اس کی تفسیر بھی قرار دیا جا سکتا ہے اور اس سے اہل و عیال پر خرچ کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اور امورِ مندوبہ مثلاً دوسروں کی مدد کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اسی طرح بعض علماء نے اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ کو آیتِ زکوٰۃ سے منسوخ قرار دیدیا ہے حالانکہ آیتِ زکوٰۃ اس کی تفسیر ہے نہ کہ ناسخ۔

پھر ان لوگوں نے آیتِ سیف سے اس قدر آیتیں منسوخ قرار دی ہیں کہ ان کے علاوہ باقی منسوخ قرار دادہ آیات کی تعداد بہت تھوڑی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے قول اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ کو بھی آیتِ سیف سے منسوخ قرار دیدیا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ ہمیشہ ہمیش سے ہی احکم الحاکمین ہے اور اس قسم کا کلام منسوخ نہیں ہو سکتا۔ غرض آیتِ سیف تو ان مشتاقین نسخ کو ایک ایسا حربہ مل گیا ہے کہ اس سے ان تمام آیات کو منسوخ قرار دیدیا گیا ہے جن میں کافروں سے درگزر اور حسنِ سلوک نرمی اور خوش کلامی کی تعلیم دی گئی ہے۔ مثلاً قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (لوگوں سے گفتگو میں اچھا طریق اختیار کرو) کو بھی آیتِ سیف سے منسوخ قرار دیدیا ہے۔ حالانکہ اس آیت میں اس عہد کا ذکر ہے جو بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو تفسیر اتقان جلد ۲)

تعجب ہے کہ آیتِ سیف کے ذریعہ کافروں سے

حسن سلوک، درگزر، نرمی، خوش کلامی اور عدل کے معاملہ کے متعلق جو آیات تھیں ان لوگوں نے ان سب کو منسوخ قرار دیکر اسلام کو جو ایک اعلیٰ اخلاق سکھانے والا مذہب ہے نہایت بھیانک شکل میں تبدیل کر دیا ہے اور یہ نہیں غور کیا کہ آیتِ سیف کا تعلق تو صرف اُن لوگوں سے ہے جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہوں۔ پھر جن لوگوں سے اسلام نے جنگ کرنے کی اجازت دی ہے ان کے متعلق بھی صاف حکم دیا ہے:۔

قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ
یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ
اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (پارہ اوّل)

کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں سے
لڑائی کرو جو تم سے لڑائی کرتے ہیں اور
زیادتی نہ کرنا یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی
کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا۔

پھر عام کفار سے جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار نہ ہوں اللہ تعالیٰ نیک سلوک کی یوں تلقین فرماتا ہے:۔

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ
یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ
مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَ
تُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ (سورہ ممتحنہ)

کہ خدا تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے نیک
سلوک کرنے اور انصاف کرنے سے
منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے لڑائی
نہیں کی یا تمہیں گھروں سے نہیں نکالا۔"

پس قرآن مجید میں ایسے احکام کی موجودگی میں کفار سے حسن سلوک اور عفو و درگزر پر مشتمل آیات کے حکم کو ہمیشہ ہمیش کے لئے منسوخ قرار دینا نادان دوستی کا ثبوت ہے اور قرآن مجید پر ایک ظلم عظیم۔ گو ایسے علماء اور مفسرین نے منسوخ آیات کی تعداد پانچسو تک پہنچا دی ہے مگر امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے نزدیک قرآن مجید میں صرف بیس آیات منسوخ قرار دی جاسکتی ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ان میں سے بھی پندرہ آیات کو حل کر دیا ہے اور فرمایا ہے میرے نزدیک صرف پانچ آیتیں منسوخ ہیں۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے علم و فضل کا پایہ بہت بلند ہے۔ یقین ہے کہ اگر وہ مزید کوشش اور توجہ فرماتے تو یقیناً ان پانچ آیتوں کا حل بھی تلاش کر لیتے۔ مگر نسخ کے رسمی عقیدہ کی وجہ سے ان پانچ آیتوں کے متعلق حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے پہلے علماء کی رائے پر ہی اعتماد کر لیا ہے۔

احمدیہ علم کلام کی روشنی میں میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے ان پانچ آیتوں کا حل بھی پیش کرتا ہوں جنہیں دراصل صرف اپنے قیاس اور اجتہاد کے رُو سے منسوخ قرار دیا گیا ہے۔ اس حل کو سمجھ لینے کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح سامنے آجائے گی کہ قرآن مجید میں کوئی منسوخ آیت نہیں پائی جاتی۔ سو یہ حل بھی حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے طریق کے مطابق پیش کیا جاتا ہے۔

## پہلی آیت

حضرت سیّد ولی اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

"کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترك خیرا الوصیة للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین (البقرہ رکوع ۲۲) منسوخة قیل بآیات المواریث وقیل بحدیث لا وصیة لوارث وقیل بالاجماع حکاہ ابن العربی قلت بل ھی منسوخة بآیة یوصیکم اللہ فی اولادکم و حدیث لا وصیة لوارث مبیّنٌ للنسخ۔"

ترجمہ- کہ سورۃ البقرہ کی آیت اذا حضر احدکم الموت ان ترك خیرا الوصیة للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین ابن عربی کے بیان کے مطابق بعض کے نزدیک ورثہ والی آیات سے منسوخ ہے بعض کے نزدیک حدیث لا وصیة لوارث سے اور بعض کے نزدیک از روئے اجماع منسوخ ہے میں کہتا ہوں یہ آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم کے ذریعہ منسوخ ہے اور حدیث لا وصیة لوارث اس نسخ کو بیان کرنے والی ہے۔"

منسوخ قرار دی گئی آیت کا مضمون یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جب تم میں سے کسی کو موت آ جائے اگر اس نے مال چھوڑا ہو تو تم پر والدین اور قریبیوں کے لئے وصیت لکھی گئی ہے۔ یہ وصیت متقیوں پر لازم ہے۔

ورثہ والی آیت یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (الآیۃ) کو بدیں وجہ اس آیت کا ناسخ قرار دیا جاتا ہے کہ اس میں والدین اور اقرباء کے لئے ورثہ میں حصہ کی مقدار خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دی ہے لہذا اب وصیت کی ضرورت چونکہ باقی نہیں رہی اسلئے والدین اور اقرباء کے حق میں وصیت والی آیت کا حکم ہمیشہ کے لئے اُٹھ چکا ہے اور ورثہ والی آیت نے اس طرح وصیت والی آیت کو منسوخ کر دیا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں آیتوں میں نسخ اسلئے قرار دیا گیا ہے کہ گویا ورثہ اور وصیت والی آیتوں میں قطعی تعارض اور اختلاف ہے حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ان دونوں آیتوں میں ہرگز کوئی ایسا اختلاف موجود نہیں کہ دونوں میں تطبیق نہ دی جا سکے۔ ہمارے نزدیک ان میں تطبیق کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

**وجہ اوّل** علامہ بیضاوی اپنی تفسیر میں اس آیت کے متعلق نسخ کا قول ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

"وفیہ نظر لان آیة المواریث

لاتعارضہ بل تؤکدہ من حیث انہا تدلّ علی تقدیم الوصیّۃ مطلقاً والحدیث من الاحاد وتلقی الامّۃ بالقبول لا یلحقہ بالتواتر ولعلّہ احترز عنہ من فسّر الوصیّۃ بما اوصی بہ اللّٰہ من توریث الوالدین والاقربین بقولہ یُوصیکم اللّٰہ“

(تفسیر بیضاوی جزء اوّل ص۲۱۵ مصری)

کہ ان دونوں آیتوں میں ورثہ والی آیت یا لا وصیّۃ لوارثٍ کی حدیث سے نسخ قرار دینا قابلِ اعتراض ہے۔ کیونکہ ورثہ والی آیت وصیّت والی آیت سے کوئی تعارض و اختلاف نہیں رکھتی بلکہ یہ تو وصیّت والی آیت کی مؤکّد (تاکید کرنے والی) ہے۔ کیونکہ خود ورثہ والی آیت میں ورثہ تقسیم ہوتے وقت وصیّت کا نافذ کرنا علی الاطلاق مقدّم قرار دیا گیا ہے (چنانچہ ورثہ والی آیت میں من بعد وصیّۃ تُوصون بھا کے الفاظ آئے ہیں) پھر علامہ بیضاوی فرماتے ہیں۔ حدیث لا وصیّہ لوارثٍ کو ناسخ قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ حدیث متواتر نہیں بلکہ احاد روایات میں سے ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُمّت نے اس حدیث کو اچھی طرح قبول کیا ہے تو اس سے بھی یہ متواتر کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی (لہٰذا اس مرتبہ کی حدیث قرآن مجید کی ناسخ نہیں قرار دی جا سکتی)

پھر علّامہ بیضاوی ان دونوں آیتوں میں تطبیق کی اور وجہ بھی بعض اور لوگوں کی تفسیر کی بناء پر لکھتے ہیں کہ شاید جس شخص نے وصیّت کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس سے خدا تعالیٰ کی وہی وصیّت مراد ہے جو اس نے والدین اور اقرباء کے ورثہ کے متعلق یوصیکم اللّٰہ کے الفاظ میں خود کی ہے نسخ کے قول سے احتراز کرنے کی خاطر کی ہے۔

تفصیل اس توجیہہ کی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظّ الانثیین (الآیۃ) کہ خدا تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارہ میں یہ وصیّت کرتا ہے کہ ترکہ میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے۔ اس کے بعد اِس آیت میں ماں باپ اور دیگر اقارب کے حصّے بیان کئے گئے ہیں۔ اب وہ آیتِ وصیّت جسے اِس آیت سے منسوخ قرار دیا جاتا ہے اِس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم پر ایک وصیّت مال چھوڑنے پر والدین اور اقرباء کے بارہ میں لکھی گئی ہے علّامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ اِس جگہ نسخ سے احتراز کرنے والا یہ کہتا ہے کہ اس آیت میں وہی وصیّت مراد ہے جو خدا تعالیٰ نے ورثہ والی آیت میں خود فرمائی ہے۔ لہٰذا دونوں آیتوں میں قطعاً کوئی تعارض موجود نہیں بلکہ دونوں ایک ہی مضمون پر مشتمل ہیں اور دونوں خدا تعالیٰ کی وصیّتیں ہیں۔

اگر اس توجیہہ کو درست قرار دیا جائے یا علّامہ بیضاویؒ کی اپنی توجیہہ کو بھی درست قرار دیا جائے کہ

ورثہ والی آیت وصیت والی آیت کی مؤکد ہے تو دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں رہتا چونکہ نسخ قطعی تعارض پایا جانے پر قرار دیا جا سکتا ہے۔ لہذا جب دونوں آیتوں میں ایسا تعارض نہ رہا تو نسخ کی بنیاد ہی گر گئی اور ان آیتوں میں نسخ کا دعویٰ غلط قرار پایا۔

ہاں یہ یاد رہے کہ پہلی توجیہہ کی صورت میں اگر کوئی یہ خیال کرے کہ جب وصیت خدا تعالیٰ کی ہے اور اس وصیت سے مراد بھی خدا تعالیٰ کی ورثہ کی تقسیم بیان کرنے والی وصیت ہی ہے تو پھر اس توجیہہ کی صورت میں آیت کے اگلے حصہ فمن خاف من موص جنفاً او اثماً فاصلح بینھم فلا اثم علیہ کا کیا مطلب ہے۔ اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وصیت انسان کی ہی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی وصیت میں تو کجی نہیں ہو سکتی کہ اس کی اصلاح کی ضرورت ہو۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ورثہ والی آیات میں خدا تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ ورثہ کی تقسیم وصیت ادا کرنے کے بعد ہو۔ لہذا اس جگہ فمن خاف من موص (الآیۃ) میں بھی وہی انسانی وصیت ہی مراد ہے جو انسان خود کسی غیر وارث کے بارہ میں کر جاتا ہے۔ اور انسانی وصیت میں چونکہ کجی کا احتمال ہو سکتا ہے اسلئے فرمایا کہ اگر کسی موصی کی وصیت میں کوئی کجی یا گناہ کی بات پاؤ یعنی یہ دیکھو کہ موصی کسی کا حق مار کر وصیت کر رہا ہے یا کسی گناہ والے کام میں مال کے خرچ کئے جانے کے متعلق وصیت کر رہا ہے تو اس وصیت کی اصلاح کر دینی چاہیئے۔ اب اگر یہ وصیت والی آیت منسوخ قرار دی جائے تو پھر تو وصیت سرے سے ناجائز ہو جاتی ہے حالانکہ اس وصیت کو خود ورثہ والی آیت تسلیم کر رہی ہے بس فمن خاف من موص جنفاً او اثماً سے وصیت کا ایک عام مضمون بیان کیا گیا ہے پہلے حصہ میں خدا تعالیٰ کی اس وصیت کا حوالہ دیا گیا ہے جسے ورثہ والی آیات میں خدا تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے یعنی اس تقسیم ورثہ کو خود اپنی وصیت قرار دیا ہے اور فمن خاف والے حصہ میں ورثہ والی آیت میں توصون بھا او دین والی وصیت عام کا ذکر کیا گیا ہے۔ غرض جس طرح ورثہ والی آیت میں دو قسم کی وصیتوں کا ذکر ہے ایک اللہ تعالیٰ کی وصیت کا اور دوسری انسان کی وصیت کا اسی طرح اس آیت میں وہی دونوں قسم کی وصیتیں مذکور ہیں۔

**دوسری توجیہہ** ان دونوں آیتوں میں تطبیق کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ للوالدین والاقربین کا لام اس جگہ استغراق کا نہیں ہے بلکہ عہد کا ہے اسلئے وارث والدین اور اقرباء اس کے حکم سے بموجب آیت توریث خارج ہیں۔ بے شک ورثہ والی آیت میں جن ورثاء کے حصے خود خدا تعالیٰ نے بیان کر دیئے ہیں ان کے حق میں کوئی شخص بموجب حدیث لا وصیۃ لوارث وصیت نہیں کر سکتا۔ مگر جو والدین اور اقرباء ایسے ہوں جنہیں اختلاف دین یا دوسرے مانع ارث اسباب ورثہ پانے سے روکتے ہوں مثلاً ان اقرباء کے لئے

ورثہ کا حصہ ورثہ والی آیت میں بیان نہ کیا گیا ہو تو یہ وصیت والی آیت ان کے حق میں مرنے والے کو وصیت کرنے کی ہدایت دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ کافر والدین کے متعلق فرماتا ہے صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (سورہ لقمان رکوع ۲) کہ دنیا کے معاملات میں ان دونوں سے اچھا سلوک کرنا چاہیئے۔ اور یہ وصیت کافر والدین کے ساتھ ایک دنیوی اچھا سلوک ہی ہے۔

اِس توجیہ کے لحاظ سے كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ (الآیۃ) میں وصیت کا لفظ مصدر قرار پائے گا بمعنی "توصیۃ" یعنی وصیت کرنا۔ اور آیت کے معنے یہ ہوں گے کہ تم پر والدین اور اقرباء کے لئے وصیت کرنا لکھا گیا ہے۔ ان کے حق میں اس وصیت کو واجب قرار دینے میں بھی کوئی امر مانع نہیں اور نہ اس سے نسخ لازم آتا ہے۔

پہلی توجیہ کے لحاظ سے وصیّۃ کا لفظ اسم مصدر ہوگا بمعنی وصیت۔ اور معنی یہ ہوں گے کہ خود خدا تعالیٰ نے تم پر والدین اور اقربین کے لئے ایک وصیت لکھ دی ہے جسے ورثہ والی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ اسے خدا تعالیٰ نے خود "وصیۃ من اللّٰہ" قرار دیا ہے اور اس کے متعلق یُوصِیکُمُ اللّٰہُ کے الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں۔ اس توجیہ سے بھی یہ وصیت واجب قرار پاتی ہے۔

**تیسری توجیہ** دونوں آیتوں میں تطبیق کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اِس آیت میں للوالدین والاقربین کا "لام" افادہ کے لئے ہے اور اس صورت میں آیت کے معنے یہ ہوں گے کہ تم پر وصیت کرنا والدین اور اقرباء کے فائدہ کی خاطر ضروری قرار دیا گیا ہے۔ گویا آیت بتاتی ہے کہ متوفی کو قبل از وفات والدین اور اقرباء کی موجودگی میں وصیت کر دینی چاہیئے کہ میرے مال میں سے فلاں فلاں کو جو غیر وارث ہے اتنا مال میری وصیت کی رُو سے دیا جائے نیز یہ وصیت بھی کرسکتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کا اتنا قرضہ دینا ہے وہ ادا کیا جائے یا اس سے اتنی رقم لینی ہے وہ وصول کی جائے۔ اِس وصیت کا فائدہ والدین اور اقرباء کے حق میں یوں ہوگا کہ بعد میں کوئی تنازع پیدا نہ ہوسکے گا اور کسی غیر وارث کے متعلق وصیت میں جعلسازی نہیں ہوسکے گی، کیونکہ ورثاء کو تسلی رہے گی کہ وصیت کا حق طلب کرنے والا جھوٹا مدعی نہیں۔ پھر قرضہ لینے دینے کا سوال بھی اِس وصیت سے حل ہوجائے گا۔

**چوتھی توجیہ** امام ابو مسلم اصفہانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی اِن دونوں آیتوں میں کوئی حقیقی تعارض موجود نہیں۔ ان کے نزدیک وصیت والی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ متوفی کے والدین یا اقرباء کے لئے یہ وصیت بطور عطیہ ہوگی۔

مگر یہ توجیہ حدیث لا وصیّۃ لوارث کے ضرور خلاف ہے۔ جو گو احاد روایات میں سے ہے مگر اُمت نے اسے قبول کیا ہے مگر ہماری دوسری توجیہات کے لحاظ سے نہ قرآن مجید کی اِن دونوں

آیتوں میں کوئی تعارض پایا جاتا ہے نہ ان سے اس حدیث کی مخالفت لازم آتی ہے اور نہ ہی تعامل اُمّت کو ردّ کرنا پڑتا ہے۔ غیر وارث والدین اور اقرباء کے حق میں کوئی عالمِ دین وصیّت کا حکم ناجائز قرار نہیں دے سکتا۔ پس جب اس آیت کے حکم کے رُو سے ایسے والدین اور اقرباء کے متعلق وصیت کا حق قائم رہا جن کو از روئے شریعت ورثہ نہیں مل سکتا بلکہ اس سے قانونِ توریث کی تطبیق میں وسعت دی گئی ہے تو اس کے منسوخ ہونے کا دعویٰ درست نہ رہا کیونکہ نسخ اصطلاحی کلیۃً اور ہمیشہ ہمیش کے لئے کسی حکم کے اس طرح اُٹھ جانے کا نام ہے کہ اس پر عمل جائز نہ ہو مگر یہ حکم وصیت ایسے والدین اور اقرباء کے حق میں جنہیں ورثہ نہیں پہنچتا قائم ہے۔

پانچویں توجیہہ یہ ہے کہ اس آیت کو منسوخ نہ ماننے سے اس کا ایک اور فائدہ بھی اُمّتِ محمدیہ کو پہنچ سکتا ہے جو یہ ہے کہ جو مسلمان کسی غیر اسلامی حکومت کی رعایا ہوں جہاں اسلامی قانون رائج نہیں اور قرآنی شریعت کے مطابق وہاں ورثہ تقسیم نہیں ہو سکتا تو وہاں مرنے والا وراثہ والی آیت کی وصیت کے مطابق جو خدا تعالیٰ کی وصیت ہے اپنے والدین اور اقارب کے لئے یہ وصیت کر کے کہ میرے والدین اور اقارب کو شرعِ محمدی کے مطابق میرے ترکہ سے حصّہ دیا جائے شریعتِ محمدیہ کے حکم کو نافذ کرا سکتا ہے۔

پس جب یہ آیت ایسے حالات میں بھی مفید ہو سکتی ہے تو اُمّت کے لئے اس کے حکم کا ہمیشہ کے لئے اُٹھ جانا قرار دینا درست نہیں۔ لہٰذا ان دونوں آیتوں میں نسخ اصطلاحی نہیں پایا گیا۔ اس توجیہہ کے لحاظ سے اس وصیت کو واجب بھی قرار دیا جائے تب بھی نسخ اصطلاحی کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔

چھٹی توجیہہ اس آیت کی یہ ہو سکتی ہے کہ اس آیت کے یہ معنی لئے جائیں کہ تم پر عام وصیت کرنا اس صورت میں لکھا گیا ہے کہ جب تم والدین اور اقرباء کے لئے بہت سا مال چھوڑ جاؤ۔ اس صورت میں للوالدین والاقربین کا تعلق ان ترک خیرًا سے ہوگا اور "خیر" کے معنے مالِ کثیر ہوں گے۔ چنانچہ المفردات میں لکھا ہے کہ بعض علماء کا یہ قول ہے کہ مال کو خیر نہیں کہا جاتا جب تک وہ کثیر نہ ہو اور طیب نہ ہو۔ گویا یہ آیت بتاتی ہے کہ اگر تھوڑا مال ہو تو کسی غیر وارث کے لئے وصیت ضروری نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص مرتے وقت اپنے والدین اور ان اقرباء کے لئے جن کا حصّہ شریعت میں مقرر ہے مال کثیر چھوڑ رہا ہو تو پھر وہ کسی دوسرے غیر وارث رشتہ دار یا کسی دوست کے متعلق یا کسی بھلائی کے کام میں ایک حصّہ مال دیئے جانے کے لئے وصیت کر جائے یہ ایک اخلاقی فرض ہوگا جو وہ ادا کرے گا۔ مگر حدیثِ نبوی کے مطابق اس قسم کی وصیت ایک تہائی مال سے زیادہ کی نہیں کی جا سکتی اور اس قسم کی وصیت لا وصیۃ لوارث والی حدیث کے بھی خلاف نہیں کیونکہ یہ وصیت غیر وارث کے لئے ہوگی اور مال کثیر چھوڑنے کی صورت میں ہوگی اس لئے اس سے کسی وارث کا

حق بھی تلف نہیں ہوگا۔ صحابہؓ سے بھی خیر بمعنی مال کثیر
مروی ہے۔ چنانچہ علامہ بیضاوی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر
میں لکھتے ہیں:۔

(۱) روی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ان مولی لہ اراد ان یوصی ولہ
سبع مائۃ درھم فمنعہ وقال
قال اللہ تعالیٰ ان ترک خیراً
والخیر ھو المال الکثیر۔

(۲) وعن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا ان رجلاً اراد ان یوصی
فسألتہ کم مالک فقال
ثلاث آلاف فقالت عیالک
قال اربعۃ قالت انما قال
اللہ تعالیٰ ان ترک خیراً و
ان ھذا شیء یسیر فاترکہ
لعیالک۔

ترجمہ (۱) یعنی حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ
ان کے ایک آزاد کردہ غلام نے وصیت
کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے پاس
سات سو درہم تھے تو حضرت علیؓ نے
اُسے روک دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے ان ترک خیراً اور خیر
کے معنی مال کثیر کے ہیں۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
مروی ہے کہ ایک آدمی نے وصیت کا ارادہ
کیا تو آپ نے اس سے پوچھا تمہارا کتنا
مال ہے تو اس نے کہا تین ہزار۔ آپ نے
کہا تمہارا کنبہ کتنا ہے۔ اس نے کہا چار
کس۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ترک
خیراً (الآیۃ) اور یہ مال تو تھوڑا ہے
اس کو اپنے کنبہ کے لئے رہنے دو۔"

غرض اس توجیہہ کے لحاظ سے بھی یہ آیت ورثہ والی آیت سے کوئی اختلاف نہیں رکھتی لہذا ان دونوں آیتوں میں اصطلاحی نسخ پائے جانے کا دعویٰ درست نہیں۔

تفسیر ابن جریر میں بھی لکھا ہے کہ ایک گروہ نے اس جگہ قائلین نسخ کی مخالفت کی ہے پس اس جگہ نسخ کی رائے اجماعی بھی نہ رہی۔

## دوسری آیت

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ
مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ
خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا
فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (سورۃ البقرۃ)

اس آیت کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:۔

منسوخۃ بآیۃ اربعۃ اشہر
وعشراً والوصیۃ منسوخۃ

بالمیراث والسکنیٰ باقیۃ عند قومٍ منسوخۃ عند اٰخرین بحدیث لاسکنیٰ۔ قلت ھی کما قال منسوخۃ عند جمھور المفسّرین ویمکن ان یقال یستحب او یجوز للمیّت الوصیّۃ ولا یجب علی المرأۃ ان تسکن فی وصیّتہ وعلیہ ابن عباس وھٰذا التوجیہ ظاھر من الاٰیۃ ‘‘

اِن دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت جسے منسوخ قرار دیا جاتا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔

جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں ان کی بیویوں کے لئے ایک سال کے لئے متاع دیا جانے کی وصیّت ہے گھر سے نکالنے کے بغیر۔ اگر وہ آپ نکل جائیں تو تم پر ان کے اپنے لئے دستور کے مطابق بھلے کام کرنے پر کوئی گناہ نہیں اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

اِس آیت میں بیوہ کو ایک سال تک خرچ دیا جانے اور خاوند کے گھر سے نہ نکالا جانے کی وصیّت ہے۔ ہاں اگر بیوہ بھلے کام یعنی اپنے نکاح کی خاطر نکلنا چاہے تو اس کے آپ خود نکلنے سے میّت کے وارثوں کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اِس آیت کو ایک دوسری آیت وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا سے منسوخ قرار دیا گیا ہے کیونکہ اِس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں اپنے لئے چار ماہ اور دس دن کا انتظار کریں۔ اسکے بعد نکاح کر سکتی ہیں۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اِس آیت میں متاع دیئے جانیوالے حصہ وصیّت کو ورثہ والی آیت سے منسوخ قرار دیا جاتا ہے لیکن سال بھر اپنے گھر میں رہنے کا حکم بعض لوگوں کے نزدیک باقی ہے (منسوخ نہیں) اور بعض لوگوں کے نزدیک یہ بھی حدیث لاسکنیٰ سے منسوخ ہے۔ منسوخ قرار دینے والوں کی اِس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یہ آیت جمہور مفسّرین کے نزدیک منسوخ ہے۔ مگر ساتھ اس کے منسوخ نہ ہونے کا امکان بھی تسلیم کرتے ہوئے آپ حضرت ابن عباسؓ کا مذہب ان کے عدم نسخ کے بارہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ اس جگہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مرنے والے کے لئے وصیّت کرنا مستحب یا جائز ہے اور عورت پر اس کی وصیّت کے مطابق اس کے گھر میں رہنا واجب نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ مذہب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ توجیہ آیت سے ظاہر ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی

کی اس توجیہ کو جو حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک آیت کا ظاہری مفہوم بھی ہے، درست قرار دینے کی صورت میں ان دونوں آیتوں میں نسخ تو ماننا نہیں پڑتا لیکن اس توجیہ کے امکان کا ذکر کرنے کے باوجود حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا اپنا رجحان اسی طرف ہے کہ یہ وصیت والی آیت سے منسوخ ہے وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا میلان اس طرف ہے کہ یہ وصیت مستحب نہیں تھی بلکہ واجب تھی اور اس کا وجوب جب چار ماہ دس دن والی عدت نے منسوخ کر دیا تو وجوب کا حکم ہمیشہ ہمیش کے لئے منسوخ ہو گیا۔

حضرت ابن عباسؓ کے قول سے ظاہر ہے کہ یہ وصیت مستحب ہے یعنی بطور احسان کے ہے۔ وصیۃً لازواجھم میں وصیۃً کا لفظ جو مفعول ہو واقع ہوا ہے اس کا فعل دفاعل چونکہ آیت میں درج نہیں اسلئے اس آیت کی تقدیر کلام فلیوصوا وصیّۃ بھی ہو سکتی ہے۔ تم لوگ اپنی ازواج کے لئے وصیت کرو یعنی مرنے والا اپنی بیوی کے لئے ایک سال کے متاع اور گھر سے نہ نکالے جانے کی وصیت کر جائے اور اس کی تقدیر کلام یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فنوص وصیۃ۔ یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرنے والوں کی بیویوں کے لئے ہم یہ وصیت کرتے ہیں کہ انہیں ایک سال کا متاع دیا جائے اور انہیں گھر سے نہ نکالا جائے۔ دوسری تقدیر کلام اس وصیت کو واجب قرار دیتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی وصیت تو بہرحال واجب سمجھی جائیگی

لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسے عالم دین اور اہل زبان کا اس جگہ وصیت کو مستحب قرار دینا بتاتا ہے کہ وہ اس جگہ تقدیر کلام کی پہلی صورت فلیوصوا وصیۃ کے قائل تھے اور اس تقدیر کلام کی صورت میں فلیوصوا امر کا صیغہ اس جگہ وجوب کے لئے نہیں، بلکہ استحباب یا جواز بتانے کے لئے ہے جیسے اذا حللتم فاصطادوا (الآیۃ) میں احرام کھولنے کے بعد شکار کرنے کا حکم جواز کے لئے ہے نہ کہ وجوب کے لئے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ لفظ وصیۃ بھی انکے نزدیک زبان عربی میں استحباب یا وجوب کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کا اس وصیت کے وجوب کی طرف میلان غالباً اس بناء پر ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فان خرجن فلا جناح علیکم کہ اگر وہ عورتیں سال کے اندر گھر سے نکل جائیں تو پھر تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اسلئے نتیجہ نکل سکتا ہے کہ گھر سے اگر وہ عورت خود نہ نکلے بلکہ اسے نکالا جائے تو یہ نکالنے والوں کا گناہ ہوگا۔ اور گناہ چونکہ واجب کے ترک کرنے پر ہی ہو سکتا ہے اسلئے اس وصیت پر عمل وارثوں پر واجب قرار دیتا ہے گو عورت پر اس وصیت کے مطابق عمل کرنا واجب نہیں۔ کیونکہ اسے سال کے دوران میں بھی گھر سے چلے جانے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اگر حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اس بناء پر اس وصیت کو واجب قرار دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فلا جناح کے الفاظ قرآن مجید میں

عموماً ایسے موقع پر بھی استعمال ہوتے ہیں جبکہ کسی امر کے متعلق اس کے گناہ ہونے کا صرف خیال پایا جاتا ہو یا خیال کیا جا سکتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔ کہ صفا اور مروہ دونوں پہاڑیاں اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ہیں پس جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر ان دونوں کے طواف کرتے ہیں کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ صفا اور مروہ کے طواف کو کوئی شخص بعض وجوہ کی بناء پر گناہ کہہ سکتا تھا اسلئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ پس جبکہ ایک امر غلطی سے بھی گناہ خیال کیا جاتا ہو یا گناہ خیال کیا جا سکتا ہو تو ایسے الفاظ لائے جاتے ہیں تو کیوں اس آیت کے الفاظ فان خرجن فلا جناح علیکم سے وصیت کے وجوب پر استدلال کیا جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ آیت زیر بحث میں فان خرجن فلا جناح علیکم میں جناح (گناہ) کا لفظ اسلئے لایا گیا ہے کہ عرب میں جاہلیت کے زمانہ میں بیوہ عورت کی عدت ایک سال کبھی جاتی تھی اور اس دوران میں وہ گھر سے نکل کر نکاح نہیں کر سکتی تھی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ بھی بیوہ عورت کو ایک سال تک رہنے دیا جانے کی وصیت کی تلقین فرما دیا تھا اور دوسری آیت میں خدا تعالیٰ نے ایسی عورت کی عدت چار ماہ دس دن قرار دی تھی اسلئے فرمایا کہ اگر وہ عورت خود گھر سے نکل جائے (یعنی عدت چار ماہ دس دن پوری کر کے) اور اپنے لئے کوئی بھلائی کا کام کرے یعنی نکاح کرے تو تم جو میّت کے وارث ہو اس کو نہ روکنے کی صورت میں گناہ گار نہیں ہو جاتے۔ گویا اس جگہ گھر سے نکالنے کی صورت میں وارثوں پر جو اثر شرعاً پڑ سکتا تھا اُسے بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ جو اثر اس کے آپ نکلنے کی صورت میں جاہلیت کی رسم کے اثر کے ماتحت غلط فہمی سے وارثوں پر پڑنا خیال کیا جا سکتا تھا اس کی تردید فلا جناح علیکم کے الفاظ سے کی گئی ہے۔ وصیت کو استحباب کی صورت قرار دینے پر گھر سے نکال دینے پر وارث صرف احسان پر مشتمل ثواب والے کام سے ضرور محروم رہیں گے اور ان کا یہ فعل اخلاقی لحاظ سے اچھا نہ ہوگا، بلکہ اسلام کے اعلیٰ معیار سے گرا ہوا ہوگا لیکن وہ گناہ گار بہرحال نہیں ہوں گے۔

وصیت والی آیت کے سیاق پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ چار ماہ دس دن والی عدت کے مضمون پر مشتمل آیت ضرور اس سے پہلے نازل ہو چکی ہوئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے فان خرجن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسھن من معروف۔ اگر سال کے اندر وہ آپ گھر سے نکل جائیں اور اپنے لئے کوئی معروف کام کریں تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اس معروف کام سے مراد جائز تزئین اور خوشبو لگانا یا نکاح کرنا ہی ہو سکتا ہے کیونکہ چار ماہ دس دن عدت بیان کرنیوالی آیت میں بھی ایسے ہی الفاظ لائے گئے ہیں جہاں بھی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاذا بلغن اجلھن فلاجناح علیکم فی ما فعلن فی انفسھن بالمعروف۔ یہ بیوہ عورتیں جب یہ عدت پوری کرلیں تو پھران پر اپنے لئے کوئی معروف کام یعنی شرعاً جائز زینت اور خوشبو لگانے یا نکاح کرنے کی صورت میں تم پر کوئی گناہ نہیں صاف ظاہر ہے کہ وصیت والی آیت میں فان خرجن کے الفاظ سے ضروری عدت چار ماہ دس دن پوری کرنے پر ہی انہیں نکلنے کا اور معروف کام کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، یعنی نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ اور یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ اصل عدت کسی اور آیت میں اس سے پہلے بیان کردی گئی ہو ورنہ عدت گزرنے سے پہلے نکاح کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں مل سکتی تھی۔ اگر ایک سال بھی عدت ہوتی تو پھر انہیں اس سے پہلے نکلنے کی اجازت نہ دی جاتی۔ پھر تو اس آیت کی رُو سے گھر سے نکلنے کی اجازت سے پہلے دن ہی عورت فائدہ اُٹھا سکتی تھی اور کسی عدت کے گزارے بغیر نکاح کرسکتی تھی جس کی اللہ تعالیٰ کبھی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ پس ایک سال کا عرصہ عدت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ چار ماہ دس دن والی عدت پر مشتمل آیت ضرور اس وصیت والی آیت سے پہلے نازل ہو چکی تھی تبھی خدا تعالیٰ نے وصیت والی آیت میں بیوہ عورت کو سال کے اندر گھر سے نکل جانے کا اختیار دیگر معروف کام یعنی خوشبو لگانے اور نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ سال کے اندر گھر سے وہ چار ماہ دس دن کی عدت گزار کر ہی نکلنے کا اختیار رکھتی تھی۔

صحیح بخاری میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن زبیرؓ کا قول اس جگہ نسخ کے متعلق بیان کیا ہے مگر اسی جگہ حضرت مجاہد تابعی علیہ الرحمۃ کا قول بھی درج کردیا ہے جو اس آیت کے منسوخ نہ ہونے پر دال ہے۔ اور اس قول سے بھی صاف ظاہر ہے کہ مجاہد علیہ الرحمۃ کے نزدیک چار ماہ دس دن کی عدت والی آیت پہلے نازل ہوئی تھی اور ایک سال کا متاع دینے والی اور گھر سے نہ نکالنے کی وصیت والی آیت بعد میں نازل ہوئی تھی اور یہ بات سب قائلین نسخ کو مسلم ہے کہ ناسخ آیت پچھلی ہونی چاہیئے نہ کہ پہلی۔ اب اگر ان دو آیتوں میں نسخ ہوتا تو چار ماہ دس دن عدت والی آیت منسوخ ہونی چاہیئے تھی کیونکہ وہ پہلے نازل ہوئی تھی نہ کہ متاعًا الی الحول غیر اخراج والی آیت جو بعد میں نازل ہوئی۔

میں اس جگہ صحیح بخاری سے مجاہد علیہ الرحمۃ کا قول بھی درج کردیتا ہوں وھو ھذا:-

حدثنا اسحٰق حدثنا روح حدثنا شبل عن ابی نجیح عن مجاھد والَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ قال کانت ھذہ العدۃ تعتد عند اھل زوجھا واجب فانزل اللہ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فالعدۃ کما ھی واجب علیھا

زعم ذٰلك عن مجاهد"
(صحیح بخاری جلد ۳ ص مصری۔ باب
اذا طلّقتم النساء فبلغن
اجلهنّ فلا تعضلوهنّ أن
ینکحن ازواجهنّ)
ترجمہ:- بیان کیا ہمارے پاس اسحٰق نے۔ انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہمارے پاس روح نے۔ پھر حدیث کو بیان کیا ہم سے شبل نے ابو نجیح سے۔ اس نے مجاہد سے کہ والّذین یتوفّون منکم کے متعلق مجاہد نے کہا یہ وہ عدّتِ واجب (چار ماہ دس دن) ہے۔ جو عورت اپنے خاوند کے گھر والوں میں گزارتی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے والّذین یتوفّون منکم ویذرون ازواجًا وصیّةً لازواجهم متاعًا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم الآیۃ نازل فرمائی تو یہ عدّت جیسا کہ پہلے واجب تھی اس عورت پر واجب ہی رہی۔ یہ رائے مجاہد سے مروی ہے۔"

اس قول سے ظاہر ہے کہ مجاہد علیہ الرحمۃ کے نزدیک چار ماہ دس دن والی عدّت بیان کرنیوالی آیت پہلے نازل ہوئی تھی اور متاعًا الی الحول والی آیت گو بعد میں نازل ہوئی ہے مگر واجب عدّت اس آیت کے نازل ہونے پر بھی چار ماہ دس دن ہی رہی ہے۔ گویا یہ دونوں آیتیں آپس میں ان کے نزدیک ناسخ منسوخ نہیں۔ علاوہ ازیں نسخ کے ثبوت کے لئے دونوں آیتوں کے موضوع کا ایک ہونا ضروری ہوتا ہے مگر متاعًا الی الحول والی آیت اور چار ماہ دس دن والی واجب عدّت بیان کرنے والی آیت کا موضوع الگ الگ ہے۔ متاعًا الی الحول والی آیت عدّتِ واجب کو بیان نہیں کرتی بلکہ صرف متاع کا امر بیان کرتی ہے یعنی یہ بتاتی ہے کہ بیوہ عورت کا متاع لینے کا حق اِن وصیّت کے لحاظ سے کس مدّت تک ہے اور میّت کے وارثوں کی اس بارہ میں کیا اخلاقی ذمہ داری ہے۔ اور چار ماہ دس دن والی عدّت یہ بتاتی ہے کہ اس عورت پر کتنی عدّت گزارنا واجب ہے۔ جس کے بعد وہ چاہے تو (خاوند کے گھر سے نکل کر) نکاح کر سکتی ہے۔ پس دونوں آیتوں میں نسخ ثابت نہ ہوا۔ دونوں آیتوں کا موضوع الگ ہے اسلئے ان کا حکم بھی الگ الگ ہے اور دونوں میں کوئی اختلاف موجود نہیں کہ ضرورت نسخ پیش آئے۔

علامہ خضری مصری نے اپنی کتاب اصول الفقہ میں امام ابو مسلم اصفہانی کے طریق پر یہی بیان کیا ہے کہ ان دونوں آیتوں کا موضوع الگ الگ ہے پہلی آیت صرف اُن عورتوں کا حق جن کے خاوند وفات پا جائیں یہ بیان کرتی ہے کہ ایک سال تک خاوندوں کے گھر میں خاوندوں کے اہل سے متاع لے سکتی ہیں اور اس کے گھر میں رہ سکتی ہیں۔ اور دوسری آیت کا موضوع یہ ہے کہ ایسی عورتوں پر جن کے خاوند وفات پا جائیں چار ماہ دس دن کی عدّت گزارنا واجب ہے اور وہ اس اثناء میں نکاح نہیں کر سکتیں۔

دونوں آیتوں کا موضوع الگ الگ ہوا تو دونوں آیتوں میں کوئی تعارض اور اختلاف نہ پایا گیا کہ ایک کو دوسری کا ناسخ قرار دیا جائے۔ دونوں کا موضوع ایک ہونے پر حکم الگ الگ ہو تو پھر نسخ کی ضرورت پیش آسکتی ہے اور یہ صورت یہاں موجود نہیں۔

پھر ابومسلم اصفہانی یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ایسی عورت حاملہ ہو تو وضع حمل کا زمانہ اور بعد کی تکلیف کا کچھ زمانہ ملا کر ایک سال کی مدت بن جاتی ہے اور اس صورت میں اسے بہرحال ایک سال کے قریب متاع تو دینا پڑے گا اور خاوند کے گھر میں رکھنا پڑے گا لہٰذا اس صورت میں یہ آیت متاعًا الی الحول غیر اخراج ایسی عورت کے حق میں وصیت قرار پائے گی۔ اس صورت میں چار ماہ دس دن والی عدت کی آیت نے سال کی عدت کو نہیں اٹھایا لہٰذا نسخ ثابت نہ ہوا۔

آپ حیران ہونگے کہ ان دو آیتوں میں کیسے نسخ مانا گیا ہے حالانکہ ان دونوں آیتوں میں سے عدت والی آیت کو جسے وصیت والی آیت کی ناسخ قرار دیا جاتا ہے قرآن مجید کی موجودہ ترتیب میں بھی پہلے رکھا گیا ہے اور وصیت والی آیت ترتیب میں اسکے بعد رکھی گئی ہے اور مجاہد علیہ الرحمۃ کے قول کے مطابق چار ماہ دس دن کی عدت والی آیت بروایت صحیح بخاری نازل بھی پہلے ہوئی تھی نہ کہ بعد میں۔ پس پہلی آیت کو پچھلی آیت کا ناسخ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ سو واضح ہو کہ جن لوگوں نے عدت والی آیت کو ناسخ اور وصیت والی آیت کو منسوخ قرار دیا ہے انہیں یہ رائے بھی اختیار کرنا پڑی ہے کہ چار ماہ دس دن عدت بیان کرنیوالی آیت نزول میں وصیت والی آیت سے متاخر تھی اور وصیت والی آیت اس سے نزول میں مقدم تھی گو قرآن مجید کی موجودہ ترتیب میں چار ماہ دس دن عدت والی آیت کو پہلے رکھ دیا گیا ہے اور وصیت والی آیت کو بعد میں۔

گو نسخ کے قائلین نے اس جگہ یہ رائے اختیار کی ہے مگر اوپر کی بحث سے آپ کو اتنا تو معلوم ہو گیا ہے کہ ان دو آیتوں میں نسخ ماننے میں بلکہ ان آیتوں کے نزول کی ترتیب کے متعلق بھی علماء میں صریح اختلاف موجود ہے۔ مجاہد علیہ الرحمۃ جس آیت کو نزول میں مقدم قرار دیتے ہیں نسخ کے قائلین اسے نزول میں متاخر سمجھتے ہیں۔ پس جب ان دونوں آیتوں کے بارہ میں مفسرین میں ایسا صریح اختلاف موجود ہے تو صاف ظاہر ہوا کہ ان آیتوں میں نسخ کا عقیدہ صرف رائے اور قیاس پر مبنی ہے ورنہ قائلین نسخ کے پاس اس جگہ کوئی قوی دلیل اس بات کی موجود نہیں کہ چار ماہ دس دن عدت بیان کرنے والی آیت واقعی پیچھے نازل ہوئی ہے۔

**ایک ضروری سوال** اس جگہ ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم نسخ کے قائلین سے پوچھیں کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ان دونوں آیتوں کو قرآن مجید کی موجودہ ترتیب میں ترتیب نزول کے مطابق جمع کردہ نہ سمجھا جائے؟ مانا کہ تمام آیات قرآنیہ ترتیب نزول کے مطابق جمع نہیں کی گئیں لیکن جس ترتیب سے قرآن مجید ہمارے سامنے پیش ہو رہا ہے اس میں ناسخ منسوخ کے مسئلہ کو مان کر ایسی دو آیتوں

کو تو طبعی ترتیب پر رکھا جاتا ایک ضروری اور احسن امر تھا۔ پھر کیوں بلا وجہ اس جگہ غیر طبعی ترتیب اختیار کی گئی؟ طبعی ترتیب چاہتی ہے کہ منسوخ آیت پہلے درج کی جاتی اور ناسخ بعد میں۔ لہٰذا کیوں نہ ہم مجاہد علیہ الرحمۃ کے قول کو ترجیح دیں کہ دونوں آیتیں ترتیب نزولی کے مطابق ہی آگے پیچھے رکھی گئی ہیں۔ ان دونوں آیتوں میں نسخ ماننے کی خاطر ان میں طبعی ترتیب کے پائے جانے کا انکار کرنا اس امر کے مترادف ہوگا کہ قرآن مجید ایک غیر مرتب، غیر مربوط اور بے جوڑ کلام ہے۔

اب وصیت والی آیت کے متعلق صرف ایک امر حل طلب باقی رہ جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ وصیت والی آیت میں جو متاع بیان کیا گیا ہے وہ ورثہ والی آیت سے منسوخ ہو گیا ہے۔ مگر یہ خیال بھی درست نہیں کیونکہ اس آیت میں بیوہ عورت کے لئے متاع کی وصیت میں احسان کا پہلو بیان کیا گیا ہے جو ورثہ کے حق سے بیوہ عورت کے اضطرار کو مدنظر رکھتے ہوئے اُسے ایک ایسا زائد حق دلاتا ہے جس سے اگر وہ فائدہ اٹھانا چاہے تو اٹھا سکتی ہے۔ اور یہ زائد حق چونکہ اس کا خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور احسان قائم کیا گیا ہے اسلئے ورثہ والی آیت اس حق کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ اور حدیث لا وصیۃ لوارث اوّل تو احاد روایت ہے وہ قرآن مجید کی ناسخ نہیں ہو سکتی بلکہ قرآن مجید کی یہ آیت حدیث کے عموم کی مخصص ہو گی۔

ماسوا اس کے اس حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے طور پر وارث کے لئے وصیت نہیں کر سکتا۔ یہ تو نہیں کہ خدا تعالیٰ بھی کسی وارث کے لئے بطور احسان وصیت کرنے یا وصیت کی اجازت دینے کا حق نہیں رکھتا۔ بیوہ عورت کا یہ حق تو تعامل سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ اُمت محمدیہ کے با اخلاق شریف آدمی ہمیشہ بیوہ کے اس حق کو پہچانتے ہیں۔ بلکہ اگر ایسی عورت سال سے زیادہ عرصہ بھی میت کے وارثوں سے فائدہ اٹھانا چاہے تو انہیں اس میں بھی کوئی انکار نہیں ہوتا بلکہ عموماً ایسی ہمدردی کو وہ بہت بڑے ثواب کا موجب سمجھتے ہیں۔

اصطلاحی نسخ کی تعریف میں تو علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر اتقان جلد ۲ کے ص۲۵ پر یہ بیان فرماتے ہیں کہ:-

"ان النسخ الازالۃ الحکم
حتّٰی لا یجوز امتثالہ۔
کہ حکم اس طرح اُٹھ جائے کہ پھر اُس
پر عمل کرنا جائز نہ ہو۔"

اب کیا میت کے ورثاء اگر بیوہ عورت کو ورثہ دینے کے علاوہ اُس کی اس آیت کے مطابق سال بھر مدد بھی کریں تو کیا اُن کا یہ فعل ناجائز ہوگا اور ثواب کا کام نہیں ہوگا؟ اگر تو وصیت والی آیت منسوخ ہے تو پھر اُن کی اس ہمدردی اور احسان کو ان کا ایک ناجائز فعل قرار دینا پڑے گا۔ لیکن اگر یہ فعل شرعاً ناجائز نہیں تو نسخ کا دعویٰ ان دونوں آیتوں میں درست نہیں رہتا۔ وھذا ھو المراد۔

ماسوا اس کے ان دونوں آیتوں میں نسخ کے قائلین علماء یہ تو سوچیں کہ اگر بیوہ عورت بالفرض حاملہ ہو تو اُسے ورثہ کے علاوہ وضع حمل تک بلکہ اس کے بعد کی تکلیف کے ایام میں بھی متاع دیا جائیگا یا نہیں؟ اگر دیا جائے گا تو پھر اس وصیت والی آیت کی تعمیل تو پائی گئی خصوصاً اس صورت میں جبکہ اس وصیت کو خدا تعالیٰ کی وصیت قرار دیا جائے جب تعمیل پائی گئی تو یہ حکم کلیۃً نہ اُٹھا۔ لہٰذا ان دونوں آیتوں میں اصطلاحی نسخ پایا جانے کا دعویٰ باطل ہوا۔

## تیسری آیت

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ
عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ
صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ
يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا
مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ
لَا يَفْقَهُونَ ۝ اَلْآنَ خَفَّفَ
اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا
فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ
يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ
أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ
اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

(سورۃ انفال رکوع ۹)

کہ اے نبی! مومنوں کو جنگ کے لئے اُبھار (یہ کہہ کر) کہ اگر تم میں بیس صابر ہوں گے تو وہ دو سَو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے سَو صابر ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آئیں گے اسلئے کہ وہ (کافر) ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔ ابھی اللہ تعالیٰ نے تم سے تخفیف کی ہے (آسانی کا معاملہ کیا ہے) اور اس نے جانا ہے کہ یقیناً ابھی تم میں کمزوری ہے سو اگر تم میں ایک سَو صابر ہوں گے تو وہ دو سَو پر غالب آئیں گے اور اگر ہزار (صابر) ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔"

اس آیت کے متعلق حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :-

إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ
الآية منسوخة بالآية بعدها
قلت كما قال منسوخة "

یعنی اِن یکن منکم عشرون صابرون الآیۃ بعد والی آیت سے ابن عربیؒ کے قول کے مطابق اور میرے نزدیک بھی منسوخ ہے۔"

اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ دونوں آیتیں گو جنگ کے لئے تحریض کی خاطر نازل ہوئی ہیں مگر ان میں مسلمانوں کے غلبہ پانے کی خبر بھی ہے جس کا دو زمانوں یا حالتوں سے تعلق ہے۔ گویا یہ دونوں آیتیں وعدہ کے

زنگ میں ہیں مگر ان سے یہ حکم بھی ناخذ کیا جا سکتا ہے کہ قوت و شوکت کے زمانہ یا حالت میں بیس صابر مومنوں کو بھی دو سو سے مقابلہ کرنے میں گھبرانا نہیں چاہیئے۔ (بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے) اور اسی نسبت سے ایک سو صابروں کو ہزار کافروں کے مقابلہ میں گھبرانا نہیں چاہیئے بلکہ جم کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ بیس صابر دو سو کافروں پر اور ایک سو صابر ہزار کافروں پر ان کافروں کی بے تدبیری کی وجہ سے غالب آئیں گے۔

گویا آیت کے پہلے حصہ کا تعلق اس زمانہ سے ہے جبکہ مسلمانوں کو پُر شوکت حکومت حاصل ہو جانیوالی تھی اور ان کو ہر قسم کا ساز و سامان جنگ کے لئے مل جانے والا تھا اور لڑائی کے لئے اچھی ٹریننگ ہو جانے والی تھی اس زمانہ کے متعلق یہ حکم ہے کہ بیس مومنوں کے لئے دو سو کافروں کا مقابلہ واجب ہے کیونکہ اس وقت ایک مسلمان دس کافروں پر بھاری ہوگا لیکن اس کے بعد کے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی تمہاری ظاہری حالت میرے علم کے مطابق بلحاظ اسلحہ ساز و سامان اور تیاری کمزور ہے اسلئے ابھی تم اس معیار مقابلہ پر پورے نہیں اُتر سکتے جو شوکت کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلئے اس کمزوری کے زمانہ میں بھی تمہارے لئے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ تم میں سے سو صابر دو سو کافروں کے مقابلہ میں اور ہزار صابر دو ہزار کافروں کے مقابلہ میں (گویا اپنے سے دوگنا کافروں کے مقابلہ میں) غالب آئیں گے۔

اس تفسیر سے ظاہر ہے کہ ان دونوں آیتوں میں نسخ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دونوں آیتیں الگ الگ زمانوں اور حالتوں کے متعلق دو وعدے ہیں۔ اور ان دو وعدوں کے ضمن میں جو دو حکم اخذ کئے جاتے ہیں ان حکموں کا تعلق بھی دو الگ الگ زمانوں اور حالتوں سے ہے۔

الآن خفّف اللہ عنکم والا زمانہ جنگ بدر کا زمانہ ہے جبکہ مسلمانوں کا لشکر فی الواقعہ بہت کمزور تھا۔ ان کے پاس لڑنے کے لئے اسلحہ اور گھوڑے اور دیگر ساز و سامان بھی بالکل ناکافی تھا اور وہ لڑائی کے لئے تیار بھی نہ تھے بلکہ دشمن نے اچانک ان پر لڑائی ٹھونسی تھی اسلئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ابھی تم کمزور ہو اسلئے اس وقت تمہاری آسانی کے پیش نظر یہ وعدہ ہے کہ تم صبر سے کام لو گے تو دوگنے کافروں پر ضرور غالب آؤ گے۔ اگر اس وعدہ میں ضمنی طور پر حکم بھی سمجھا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ تمہیں اس وقت اپنے سے دوگنے کافروں سے مقابلہ کرنے کے لئے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ صبر سے یعنی خوب جم کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اس صورت میں غلبہ تمہیں ہی حاصل ہوگا۔ اسی وعدہ کی وجہ سے جنگ بدر میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی فرمانے کے لئے کافروں کے مسلمانوں سے سہ گنا ہونے کے باوجود مسلمانوں کو ظاہری نظر میں کافر دوگنے ہی دکھائے کیونکہ دشمن کو میدان جنگ میں ایسی پوزیشن لینا پڑی جس میں اس کا ایک حصہ اوٹ میں تھا اور مسلمانوں کو دکھائی نہ دیتا

تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ

کہ مومنوں کو کافر ظاہر نظر سے اپنے سے دوگنا نظر آتے تھے "

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بھی کافر تھوڑے دکھائے گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَإِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ۔

"کہ جب اے نبی! تجھے اللہ تعالیٰ ان کافروں کو تیری خواب میں تھوڑا دکھاتا تھا اور اگر تجھے ان کافروں کو بہت دکھاتا تو اے مسلمانو! تم بزدلی دکھاتے یعنی تمہارا حوصلہ پست ہو جاتا۔"

پس مومنوں کو کافر دُگنے اسلئے دکھائے گئے کہ الآن خَفَّفَ اللهُ والی آیت کے مطابق انہیں اپنی فتح کا یقین پیدا ہو اور ان کا حوصلہ پست نہ ہو جائے۔

پس یہ دونوں آیتیں دو الگ الگ زمانوں اور حالتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ پہلی آیت شوکتِ اسلامی کے زمانہ کے متعلق پیشگوئی ہے اور اپنے اندر ضمنی حکم کے لحاظ سے ایک خاص معیاری رنگ رکھنے کی وجہ سے بطور اعلیٰ معیار کے پہلے بیان کی گئی ہے تا مسلمانوں کا مطمحِ نظر ہمیشہ بلند رہے اور کامیابی کے اس بڑے معیار تک پہنچنے کی جد و جہد جاری رکھیں جو بہت بڑی عزیمت کو چاہتا ہے لیکن چونکہ اُس زمانہ میں جب یہ آیت نازل ہوئی مسلمان کمزور تھے اسلئے ان کے لئے ایک تخفیف کی صورت رکھی گئی کہ دوگنے کافروں کے مقابلہ میں اُن کی فتح کا وعدہ دیا گیا اور اس طرح ان کی ہمت بڑھائی گئی لیکن بعد میں شوکتِ اسلامی کے زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد لشکر جب ہزاروں تھی انہوں نے لاکھوں کفار پر فتح پائی چنانچہ جنگ یرموک میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔

پس ان دو آیتوں کی یہ توجیہ قبول کرنے سے دونوں آیتوں میں ہرگز نسخ کی ضرورت پیدا نہیں ہوتی۔

علامہ خضری نے اپنی کتاب اصول الفقہ میں امام ابو مسلم اصفہانی کے طریق پر ان دونوں آیتوں کا حل یہ پیش کیا ہے کہ پہلی آیت جس میں بیس صابروں کے دو سو کافروں پر غالب آنے کا ذکر ہے اس کا حکم ایک شرط سے مشروط ہے۔ وہ شرط یہ ہے کہ اگر ایسے بیس صابر پائے جائیں جو دو سو پر غالب آسکیں تو انہیں ضرور دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :۔

"ان حصل منكم عشرون موصوفون بالصبر على مقاومة المائتين فليشغلوا بمقاومتهم وعلى هذا التقدير فلا نسخ"

کہ اگر ایسے بیس آدمی تم میں ہوں جو دو سو آدمیوں کے مقابلہ میں صبر دکھانے کی صفت سے موصوف ہوں تو انہیں ان سے مقابلہ میں لگ جانا چاہیئے۔ آیت

کی اس تقدیر پر کوئی نسخ کی صورت پیدا
نہیں ہوتی (اس صورت میں فلیشغلوا
جزائے شرط ہوگی جو محذوف ہے)۔
وہ فرماتے ہیں الآن خفف اللہ عنکم کے
الفاظ سے نسخ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ عربی محاورہ
کے مطابق ایسے الفاظ رخصت بتانے کے لئے آتے
ہیں جیسے کہ خدا تعالیٰ آزاد آدمی سے لونڈی کا نکاح
اُس وقت جائز رکھتا ہے جبکہ وہ آزاد عورت کو مہر دینے
کی استطاعت نہ رکھے اور اس رخصت والے حکم کے
متعلق فرماتا ہے یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَنۡ یُّخَفِّفَ عَنۡکُمۡ
کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس حکم سے آسانی پیدا کرنا
چاہتا ہے۔ اب اس جگہ جو تخفیف کی گئی ہے اس
سے کسی دوسرے حکم کا نسخ مطلوب نہیں۔ آزاد عورت
سے نکاح کی استطاعت رکھنے پر وہ اس تخفیف سے
فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اور استطاعت نہ رکھنے پر
تخفیف والے حکم سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ یہی
حال ان کے نزدیک ان دونوں آیتوں کے حکموں
کا ہے۔ پس نسخ ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان کے
نزدیک جنگ میں کمزوری کی حالت میں تخفیف والی
صورت اختیار کی جاسکتی ہے اور قوت اور صبر کا
اعلیٰ معیار حاصل ہوتے ہوئے عزیمت والے حکم پر
عمل کرنا ضروری ہے۔ پس ان دونوں آیتوں میں
اس لحاظ سے ان کے نزدیک نسخ ثابت نہیں۔ ایک حکم
عزیمت والا ہے اور دوسرا رخصت والا ہے اور دونوں
اپنی اپنی جگہ قائم ہیں

## حضرت ابن عباسؓ کا مذہب

ابوجعفر نحاس مصری نے اپنی کتاب الناسخ والمنسوخ میں اس آیت
کے متعلق لکھا ہے :-

"عن الزبیر بن حریث عن ابن
عباس قال کان فرض علی المسلمین
ان یقاتل الرجل منهم العشرة
من المشرکین قال اِنۡ یَّکُنۡ
مِّنۡکُمۡ عِشۡرُوۡنَ صٰبِرُوۡنَ یَغۡلِبُوۡا
مِائَتَیۡنِ ۚ وَاِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ مِّائَۃٌ
یَّغۡلِبُوۡۤا اَلۡفًا مِّنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا
الآية. فشق ذلك عليهم
فانزل الله تعالى التخفيف
جعل على الرجل أن يقابل
اثنين تخفف عنهم ما نقصوا
من الصبر بقدر ذلك" ۔

کہ حضرت زبیرؓ نے ابن عباسؓ سے روایت
کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں
پر فرض کیا تھا کہ ان میں سے ایک آدمی
دس مشرکوں کا مقابلہ کرے۔ چنانچہ فرمایا
ان یکن منکم عشرون صابرون
الآیة۔ یہ حکم مسلمانوں پر شاق ہوا تو
خدا تعالیٰ نے تخفیف نازل فرمائی۔
اور ایک آدمی کے ذمہ دو آدمیوں سے
مقابلہ کا حکم رکھ دیا گیا جتنا صبر ان

میں حکم تھا اُسی قدر تخفیف فرما دی"
حضرت ابن عباسؓ کا یہ مذہب لکھنے کے بعد
ابوجعفر نحاس لکھتے ہیں:-

"هٰذا الشرح بيّن حسن
ان يكون تخفيفاً لا نسخاً
لانّ معنى النسخ رفع حكم
المنسوخ ولم يرفع حكم الاوّل
لانّه لم يقل فيه لا يقابل
الرجل العشرة بل ان قدر
على ذالك فهو لا اختيار له.
ونظير هٰذا افطار الصائم
فى السفر لا يقال الناسخ
للصوم انّما هو تخفيف
رخصة والصيام افضل"
(الناسخ والمنسوخ ص۱۵۶)

کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول آیت کی ایک واضح اور اچھی تشریح ہے کہ اس جگہ تخفیف کا حکم ہے نسخ نہیں پایا گیا کیونکہ نسخ کے معنے منسوخ کے حکم کو اُٹھا دینا ہیں اور یہاں پہلا حکم اُٹھایا نہیں گیا اسلئے کہ یہ نہیں کہا کہ ایک آدمی دس کا مقابلہ نہ کرے بلکہ اگر وہ ایسا کرنے پر قادر ہو تو اُسے مقابلہ نہ کرنے کا اختیار نہیں۔ اس کی نظیر روزہ دار کا سفر میں روزہ نہ رکھنا ہے یہ حکم روزہ کا ناسخ نہیں بلکہ ایک تخفیف اور رخصت کی صورت ہے اور روزے افضل ہیں"

بہرحال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی ان دونو آیتوں میں نسخ کے قائل نہیں اور ابوجعفر نحاس نے ان کے مذہب کو پسند کیا ہے۔

## نسخ کا نقصان عظیم

ان دو آیتوں میں نسخ قرار دینے میں تو دشمنانِ اسلام کے لئے قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے کے متعلق شبہات کا دروازہ کھولنا ہے کیونکہ پہلی آیت کو اس جگہ منسوخ قرار دینے کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے گویا ایک حکم دیا جس پر مسلمانوں نے ابھی عمل بھی نہیں کیا تھا اور نہ کر سکتے تھے اسلئے خود ہی ان کی کمزوری کے پیش نظر اس حکم کو ہمیشہ ہمیش کے لئے منسوخ کر دیا حالانکہ خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے اُسے پہلے سے یہ معلوم تھا کہ یہ لوگ اس حکم پر عمل نہیں کر سکتے لہٰذا انہیں یہ حکم نہ دیا جائے بلکہ وہی حکم دیا جائے جس پر عمل کر سکتے ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے لا یکلّف اللہ نفساً الّا وسعہا کہ اللہ تعالیٰ وسعت سے زیادہ کسی کو مکلّف نہیں کرتا یعنی کسی کو تکلیف مالایطاق نہیں دیتا۔ جب اس کا ہر حکم وسعت کے مطابق ہوتا ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے کمزوروں کو وہ حکم کیوں دیا جس پر وہ ایک دن بھی عمل نہ کر سکتے تھے۔ پس ایک حکم دیکر جھٹ اس کو مسلمانوں کے ضعف کی بنا پر منسوخ کر دینا اللہ تعالیٰ کی شان کے منافی ہے۔

کیونکہ اس طرح احکام بدلنے کی توقع ناقص العقل و ناقص العلم انسان سے تو ہو سکتی ہے مگر اس طرح احکام کا بدلنا اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے۔ اگر پہلی آیت کو مسلمانوں کی درخواست پر منسوخ کیا جاتا تب بھی دشمنانِ اسلام کے سامنے اس نسخ کو کسی قدر معقول صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے مگر اب تو (جب کہ مسلمانوں کی طرف سے کوئی ایسی درخواست نہ تھی) دونوں آیتوں میں اصطلاحی نسخ قرار دینا اسلام کے دشمنوں کے لئے اسلام پر ہنسی اڑانے کا دروازہ کھولنے کا موجب ہو سکتا ہے۔ کاش قائلین نسخ ان آیتوں میں نسخ قرار دیتے ہوئے اس نقصان دہ پہلو پر بھی کما حقہ غور فرما لیتے تا ان کو اندازہ ہو جاتا کہ اس قدم کے اٹھانے سے وہ آئندہ زمانہ کے مسلمانوں کے لئے کیا مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔

## چوتھی آیت

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ۝ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا ۝

(سورہ احزاب رکوع ۶)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ ان دونوں آیتوں کے متعلق لکھتے ہیں:-

"ومن الاحزاب لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ الآية منسوخة قلت يحتمل ان يكون الناسخ مقدماً فى التلاوة وهو الاظهر عندى۔"

کہ سورہ احزاب کی آیت لا یحل لک النساء اس سے پہلی آیت انا احللنا لک ازواجک التی سے منسوخ قرار دی گئی ہے میں کہتا ہوں احتمال ہے کہ ناسخ آیت تلاوت میں مقدم ہو۔ اور یہی میرے نزدیک زیادہ ظاہر بات ہے۔"

ان دونوں آیتوں کے متعلق عرض ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین ان آیتوں میں نسخ کے قائل نہیں بلکہ وہ لا یحل لک النساء کی آیت کو بلحاظ نزول انا احللنا لک ازواجک التی والی آیت سے بعد کی قرار دیتے ہیں۔ گویا ان صحابہؓ کے نزدیک قرآن مجید کی جس موجودہ ترتیب میں یہ آیات درج ہیں اسی ترتیب سے نازل ہوئی ہیں مگر ان آیات میں قائلین نسخ یہ کہتے ہیں کہ موجودہ ترتیب قرآنی میں پہلی آیت پچھلی کی ناسخ ہے۔ گویا یہ لا یحل لک النساء (الآیۃ) کو پہلے کی نازل شدہ قرار دیتے ہیں اور انا احللنا لک (الآیۃ) کو بعد کی۔

ہماری تحقیق کے مطابق جیسا کہ میں آگے چل کر بتاؤں گا لا یحل لک النساء کو نزول میں پہلی آیت قرار دینا محض رائے اور قیاس پر مبنی ہے ورنہ قائلین نسخ کے پاس اس کے نزول کے لحاظ سے پہلے کی آیت ہونے کے متعلق کوئی قطعی تاریخی ثبوت موجود نہیں۔

ان دونوں آیتوں کا مفہوم و ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"اے نبی! ہم نے تیرے لئے وہ بیویاں حلال ٹھہرا دی ہیں جنہیں تو نے مہر ادا کر دیئے ہیں اور جن کا تیرا داہنا ہاتھ مالک ہوا ہے اس سے جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر لوٹایا۔ اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے اور مومن عورت بھی اگر وہ اپنے تئیں نبی کو ہبہ کر دے اگر نبی اس سے نکاح کا ارادہ کرے تو خالص تیرے لئے حلال ہے نہ کہ دوسرے مومنوں کے لئے۔ ہم نے مومنوں پر ان کی بیویوں کے بارہ میں اور ان کے بارہ میں جن پر ان کے ہاتھ مالک ہوئے ہیں جو فرض کیا گیا ہے ظاہر کر دیا ہوا ہے تا کہ تجھ پر کوئی تنگی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ تو ان بیویوں میں سے جس کو چاہے پیچھے رکھ اور جس کو چاہے اپنے پاس جگہ دے۔ اور جسے تو ان میں سے چاہے جن سے تو نے علیحدگی اختیار کی تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ بہت مناسب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہوں اور وہ سب کی سب اس پر راضی رہیں جو تو انہیں دے اور اللہ تعالیٰ

جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے جانتا ہے اور وہ جاننے والا بُرد بار ہے۔ اسکے بعد (یعنی علاوہ) تیرے لئے اور عورتیں حلال نہیں اور نہ (یہ حلال ہے) کہ تو ان کی جگہ بدل کر دوسری بی بیاں لے خواہ اُن کا حُسن تجھے اچھا لگے سوائے اسکے جس کا تیرا داہنا ہاتھ مالک ہُوا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران ہے۔"

آیت لا یحل لک النساء کے اس ترجمہ سے جو میں نے لکھا ہے ظاہر ہے کہ اس کو درست ماننے کی صورت میں دونو آیتوں میں نسخ ماننے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے کچھ عورتوں کو اپنے نبیؐ کے لئے حلال ٹھہرا کر لا یحل لک النساء من بعدُ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید فرمادی ہے کہ میرے اس بیان کردہ دائرہ سے باہر تمہیں نکاح کرنے کی اجازت نہیں اور نہ اپنی بیویوں میں سے کسی کو چھوڑ کر اس کی جگہ اور نکاح کرنے کی اجازت ہے۔

پس آیت لا یحل لک النساء من بعد پہلی آیت کی مؤید اور مؤکد ہے کیونکہ انا احللنا لک ازواجک التی الآیۃ میں بعض اقسام کی ازواج کو آپ کے لئے حلال کیا گیا ہے اور لا یحل لک النساء من بعدُ سے دوسری اقسام کی عورتوں کو حرام کیا جانے کی تصریح کر دی ہے۔ اس طرح پہلی آیت حلت کے مشروط مثبت حکم کو بیان کر رہی ہے۔ اور لا یحل لک النساء من بعدُ والی آیت حرمت کے حکم کی وضاحت کر رہی ہے کہ ان شرائط کے بغیر آپؐ کے لئے کوئی نکاح حلال نہیں۔

چنانچہ ان آیات کی تفسیر میں تفسیر درمنثور میں حضرت ابیّ ابن کعبؓ کا یہ مذہب لکھا ہے:-

" اخرج عبد بن حمید والترمذی وحسّنہ و ابن حاتم والطبرانی و ابن مردویہ عن ابیّ (بن کعب) رضی اللہ عنہما قال نھی رسول اللہ عن اصناف النساء الّا ما کان من المؤمنات المھاجرات قال" لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن الّا ما ملکت یمینک" فاحل لک الفتیات المؤمنات۔ وامرأۃً مؤمنۃً ان وھبت نفسھا للنبیّ وحرّم کل ذات دین الّا الاسلام وقال یا ایھا النبی انا احللنا لک ازواجک الی قولہ خالصۃ لک من دون المؤمنین و حرّم ما سوی ذٰلک من اصناف النساء۔"

ترجمہ:- ابن حمید نے اس روایت کو نکالا اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا۔ ابن حاتم

طبرانی ابن مردویہ نے ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ابیّ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر باقی قسم کی عورتیں سوائے مہاجرہ مومن عورتوں کے لا یحلّ لک النساء من بعد الآیۃ کے ذریعہ حرام کی گئیں اور مومنہ عورت اگر اپنا نفس نبی کو ہبہ کرے تو اسکو حلال کیا۔ اور ہبہ کرنے والی ہر مذہب کی عورت سوائے مسلمان کے حرام کردی گئی۔ اور فرمایا اِنّا احللنا لک ازواجک الّتی الیٰ قولہٖ خالصۃ لک من دون المؤمنین اور اس کے ماسوا قسم کی عورتوں کو حرام کر دیا۔"

(تفسیر درّ منثور)

پھر تفسیر درّ منثور اور تفسیر ابن کثیر میں ابی بن کعبؓ کے متعلق یہ روایت درج ہے :-

"عن زیاد قال قلت لابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ ارأیت لو انّ ازواج النبیّ علیہ الصلوٰۃ والسلام متن (توفین۔ ابن کثیر) أیحلّ لہ أن یتزوّج قال وما یمنعہ من ذالک ؛ قلت قولہ لا یحلّ لک النساء من بعدُ فقال انّما احلّ لہٗ ضربًا من النساء و وصف لہٗ صفۃ فقال سبحانہ یا ایّھا النبیّ اِنّا احللنا لک ازواجک الیٰ قولہٖ وامرأۃ مؤمنۃ الخ ثمّ قال تبارک وتعالیٰ لا یحلّ لک النساء من بعد ھٰذہ الصفۃ وعلیٰ ھٰذا القول قال الطیبی یکون قولہٗ سبحانہ ولا ان تبدّل الخ تاکیداً لما قبلہ من تحریم غیرہ فامضی علیہ من الاجناس الاربعۃ فکان ضمیر بھنّ للاجناس المذکورۃ فی قولہٖ یا ایّھا النبیّ اِنّا احللنا لک ازواجک الآیۃ والمعنیٰ لا یحلّ لک ان تترک ھٰذہ الاجناس وتعتدل عنھا الیٰ اجناس غیرھا۔"

(درّ منثور جلد ۵)

حضرت زیادؓ کہتے ہیں میں نے ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا بتاؤ تو سہی اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج وفات پاجائیں تو کیا آپؐ کو اور نکاح کرنا حلال نہ ہوگا؟ اس پر ابیّ بن کعبؓ نے کہا کونسی بات آپؐ کو ایسا کرنے سے روکتی ہے؟ اس پر میں نے کہا اللہ تعالےٰ کا قول لا یحلّ لک النساء

من بعدُ ایسا کرنے میں مانع ہے۔ ابیؓ
ابن کعبؓ نے جواب میں کہا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک قسم کی
عورتیں اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں اور
ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا
إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الی
قولہ وامرأۃ مؤمنۃ الخ یہ
کہہ کر پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا لا
یحلّ لک النّساء من بعد ھذہ
الصفۃ (کہ تم پر اس قسم کی عورتوں کے
سوا کوئی حلال نہیں) اس پر علامہ الطیبی
لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول ولا ان
تبدّل الخ ماقبل آیت کی تاکید ہے کہ
اور عورتیں (یعنی اور قسم کی عورتیں) حرام
ہیں صرف چار اجناس کی عورتیں حلال ہیں
اور ولا ان تبدّل بھنّ میں ھُنّ کی
ضمیر کا مرجع وہ سب اجناس مذکورہ ہیں
جو خدا تعالیٰ کے قول یاایّھا النّبیّ
إِنَّا أحللنا لک الآیۃ میں بیان
ہوئی ہیں۔ اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ آپ
پر حلال نہیں کہ ان عورتوں کو چھوڑ کر
ان کے علاوہ اور اجناس کی عورتوں
سے نکاح کریں۔"

حضرت ابیؓ بن کعبؓ اور علامہ الطیبی کے ان اقوال سے
ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک آیت لایحلّ لک النّساء
من بعد بلحاظ نزول إِنَّا احللنا لک والی آیت
سے بعد کی ہے۔ إِنَّا احللنا لک ازواجک الّتی
والی آیت میں جن عورتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے لایحلّ لک
النّساء من بعد والی آیت میں ان عورتوں کے
علاوہ دوسری قسم کی عورتوں سے نکاح کرنے سے
تاکیداً روک دیا گیا ہے۔

پس حضرت ابیؓ ابن کعبؓ صحابی اور علامہ الطیبی
کے بیان کے مطابق اِن دونوں آیتوں میں ہرگز نسخ کی
صورت پیدا نہیں ہوتی۔

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں ان آیات کے بارہ
میں قائلین نسخ کا قول بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"قال آخرون بل معنی الآیۃ
لایحلّ لک النّساء من بعد
ای من بعد ما ذکرنا لک من
صفۃ النّساء اللاتی احللنا
لک من نسائک اللاتی آتیت
اجورھنّ وما ملکت یمینک
وبنات العمّ والعمّات والخال
والخالات والواھبۃ وما سوی
ذلک من النّساء فلا یحلّ لک"

کہ بعض دوسرے اہل علم نے کہا کہ آیت
لایحلّ لک النّساء من بعدُ کے
معنی یہ ہیں کہ اس سے پہلے جس قسم کی عورتیں
آیت إِنَّا احللنا لک ازواجک الّتی

یں بیان ہوئی ہیں جن میں لونڈیوں اور
چچا کی بیٹیوں، پھوپھیوں کی بیٹیوں اور
ماموؤں اور خالاؤں کی بیٹیوں اور ہبہ
کرنے والی عورت کا ذکر ہے ان سے
نکاح کر سکتے ہیں اور ان کے ماسوا کوئی
اور عورت آپؐ کے لئے حلال نہیں۔"

پھر علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

"ھذا مروی عن ابی بن کعب
و مجاھد فی روایۃ و عنہ و
عکرمۃ و ضحاک فی روایۃ و ابی
زرین فی روایۃ و عن ابی صالح و
الحسن و القتادۃ فی روایۃ •
والسدی و غیرھم۔"

کہ یہی مذہب مروی ہے ابی بن کعبؓ کا۔
اور ایک روایت میں مجاہد کا اور ایک
روایت میں عکرمہ اور ضحاک کا اور ایک
روایت میں ابی زرین کا اور ایک روایت
میں ابو صالح، الحسن، قتادہ اور سدی
وغیرہ کا۔"

پھر ابن کثیر کہتے ہیں:۔

"روی الترمذی عن ابن عباس
قال نھی رسول اللہ عن اصناف
النساء الا ما کانت من المؤمنات
المھاجرات لقولہ لا یحل لک النساء
من بعد" (تفسیر ابن کثیر للحافظ عماد الدین جلد ۳ ص ۵۰۱)

کہ امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ
ابن عباسؓ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو اللہ تعالیٰ نے کچھ اقسام کی عورتوں
سے سوائے مہاجرہ مومنہ عورتوں
کے، نکاح کرنے سے آیت لا یحل
لک النساء من بعد کے
ذریعہ منع فرما دیا ہے۔"

علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی جلد ۲۲ ص۵۳ میں
حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں:۔

"عن ابن عباس فی قولہ یا ایھا النبی
انا احللنا لک ازواجک الی قولہ
خالصۃ لک من دون المؤمنین
قال فحرم اللہ علیہ سوی ذلک
من النساء و کان قبل ذلک ینکح
ای النساء احب. فلما انزل
اللہ علیہ قد حرمت علیک
من النساء الا ما قصصت علیک
اعجب ذلک لنسائہ۔"

کہ حضرت ابن عباسؓ نے اللہ تعالیٰ کے
قول یا ایھا النبی انا احللنا لک
ازواجک اللتی الی قولہ خالصۃ
لک من دون المؤمنین کی تفسیر میں
کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر ان
عورتوں کے سوا اور عورتوں سے نکاح
حرام کر دیا اور اس سے پہلے آپؐ

جن عورتوں سے پسند کرتے نکاح کر لیتے
تھے جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ حکم
نازل فرمایا کہ میں نے تم پر بیان کردہ
عورتوں کے سوا باقی حرام کر دی ہیں تو آپؐ
کی ازواج کو یہ بات بہت اچھی لگی۔"

اِس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک آیت لا یحل لک النساء من بعد آیت اِنّا احللنا لک ازواجک الخ سے بعد نازل ہوئی۔ فلا نسخ۔

علامہ ابو حیان مفسّر لکھتے ہیں :۔

" لا یحلّ لک النساء من بعد
الظاھر انھا محکمۃ وھو قول
ابیّ بن کعب و جماعۃ منھم
الحسن و ابن سیرین واختارہ
الطبری (البحر المحیط جلد ۷ ص۲۴۲)

آیت لا یحلّ لک النساء سے
ظاہر ہے کہ یہ محکم ہے (نہ کہ منسوخ۔ ناقل)
اور یہی قول ابیّ بن کعبؓ اور ایک گروہ
کا ہے جس میں حسن اور ابن سیرین وغیرہ
شامل ہیں۔ اور ابن جریر طبری مفسّر
قرآن مجید نے بھی اسی مذہب کو ترجیح
دی ہے۔"

پس جب اتنے صحابہؓ اور تابعین اور مفسّرین اِن دونوں آیتوں میں نسخ کے قائل نہیں اور لا یحلّ لک النساء من بعد کو بلحاظ نزول مطابق قول حضرت ابیّ بن کعبؓ و حضرت ابن عباسؓ اِنّا احللنا لک ازواجک التی والی آیت سے بعد کی قرار دیتے ہیں تو پھر قائلین نسخ کا یہ دعویٰ کہ لا یحلّ لک النساء الآیۃ بلحاظ نزول پہلے کی ہے اسلئے یہ منسوخ ہے قابلِ قبول نہیں ہو سکتا جبکہ لا یحلّ لک النساء والی آیت کو بلحاظ نزول پہلے کی قرار دینے کے لئے اُن کے پاس کوئی قطعی تاریخی ثبوت بھی موجود نہیں بلکہ انکا یہ خیال صرف رائے اور قیاس پر مبنی ہے۔

## قائلین نسخ کی غلط فہمی کی وجہ

اِن دونوں آیتوں میں قائلین نسخ کو میرے خیال میں غلط فہمی دو روایتوں سے ہوئی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر نے بھی نسخ کے قول کے ذکر میں اِن دونوں روایتوں کو پیش کیا ہے۔ ایک روایت اُم المومنین حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کی یوں مروی ہے :۔

"قالت ما مات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم حتّٰی احلّ لہ النساء"
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت
تک وفات نہ پائی جب تک آپؐ کے لئے
عورتیں حلال نہ کر دی گئیں۔"

اور دوسری روایت حضرت اُمّ المومنین اُمّ سلمہؓ سے مروی ہے :۔

" قالت لم یمت رسول اللّٰہ حتّٰی
احلّ لہٗ ان یتزوّج من النّساء
ما شاء الّا ذات محرم و
ذٰلک قولہٗ ترجی من تشاء
منھنّ الاٰیۃ"

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہ پائی یہاں تک کہ آپؐ کے لئے حلال کیا گیا کہ سوائے محرم عورتوں کے جن عورتوں سے چاہیں نکاح کرسکتے ہیں ۔ اور خدا تعالیٰ کے قول ترجی من تشاء وتؤوی الیک من تشاء سے یہی مراد ہے "

بالکل اسی مضمون کی ایک اور روایت تفسیر درِّ منثور میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی بیان کی گئی ہے ۔

ان روایات کے سیاق سے ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ الصدیقہ وحضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا اشارہ آیت اِنّا احللنا لک الخ کی طرف ہے جس کا ایک ٹکڑہ ترجی من تشاء منھن کے الفاظ میں مذکور بھی ہے ۔

ان روایات سے قائلینِ نسخ کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ جب تک پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح عورتوں سے حرام نہ کیا گیا ہوتا اُس وقت تک حضرت ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا وحضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس وقت تک وفات نہ ہوئی جبتک آپؐ کے لئے محرم عورتوں کے سوا باقی عورتوں سے نکاح حلال نہ کر دیا گیا ۔

اس سے ان لوگوں نے یہ رائے قائم کی کہ لا یحلّ لک النّساء من بعد والی آیت پہلے نازل ہوئی ہوگی جس کے ذریعہ آپؐ کے لئے آئندہ نکاح کی حرمت کر دی گئی اور پھر خدا تعالیٰ نے اس تنگی کو اُٹھانے کے لئے اس حکم کو آیت اِنّا احللنا لک ازواجک التی اٰتیت اجورھنّ ...... الیٰ وامراۃً مؤمنۃً الخ سے منسوخ کر دیا ۔

اس سے ظاہر ہے کہ ان ہر دو آیتوں میں نسخ کی بنیاد محض رائے پر مبنی ہے جو ان دُو دو آیتوں کے منطوق کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی بنا پر قائم کی گئی ہے ۔

حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ لا یحلّ لک النساء من بعد والی آیت انّا احللنا لک ازواجک التی سے پہلے نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ اس آیت کے بعد نازل ہوئی ہے ۔

اس غلط فہمی کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ اس آیت کا حصہ اِنّا احللنا لک ازواجک التی اٰتیت اجورھنّ کیوں نازل ہُوا ؟ آیت کے اس حصہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جن بی بیوں کو مہر دے چکے ہوئے ہیں وہ آپؐ پر حلال ہیں ۔ اور اس کے بعد بتایا کہ فلاں قسم کی مہاجرہ اور مومنہ سے جو اپنا نفس ہبہ کرے آپ چاہیں تو نکاح کر سکتے ہیں ۔ اور آیت کے سیاق میں یہ بھی بتا دیا کہ عام مومنوں کے لئے ان کی ازواج اور لونڈیوں کے بارہ میں الگ احکام دیئے گئے ہیں ۔ آپؐ کے لئے یہ احکام مخصوص ہیں تاکہ ضرورتِ حقّہ پر آپؐ کے لئے تنگی نہ ہو ۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو یہ کہنے کی

ضرورت کیوں پیش آئی کہ اے نبی! ہم نے تمہارے لئے وہ ازواج حلال کر دی ہیں جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہوئے ہیں، کیا ان کے حلال ہونے میں کوئی شبہ ہو سکتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نکاح میں اتنی بیویاں کیوں رکھی ہوئی ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ کہ مسلمان اپنی پسند کی عورتوں میں سے صرف ایک یا دو یا تین یا چار تک نکاح میں لا سکتے ہیں۔ اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نو ازواج مطہرات تھیں۔ وہ مسلمان جن کے نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں تھیں انہوں نے اس حکم کے نازل ہونے پر زائد بیویاں چھوڑ کر چار چار اپنے نکاح میں رکھ لیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خفی کے ماتحت اپنی ازواج میں سے کسی کو نہ چھوڑا۔ اس پر کسی کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ آپ نے خود اس آیت پر کیوں عمل نہ کیا تو خدا تعالیٰ نے اس شبہ کے ازالہ کے لئے اس جگہ فرما دیا کہ ہم نے تم پر وہ سب ازواج حلال ٹھہرا دی ہوئی ہیں جن کے مہر آپ ادا کر چکے ہیں۔ اور فلاں فلاں قسم کی مہاجرات سے بھی آپ نکاح کر سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی مومنہ عورت اپنا نفس ہبہ کرے تو اس سے بھی آپ نکاح کر سکتے ہیں۔ یہ سب رخصت آپ کے لئے خاص ہے۔ اور یہ سارا حکم اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ آپ پر اپنی مذہبی اور سیاسی ضروریات کے لئے مزید نکاح کرنے میں بھی کوئی تنگی نہ رہے۔ دوسرے مسلمانوں کے لئے چونکہ ایسی ضرورت نہیں تھی اس لئے ان کی ازواج اور لونڈیوں کے بارہ میں ہم نے الگ احکام بیان کر دیئے ہیں۔

اس بات کا اشارہ کہ پہلے وحی خفی کے ذریعہ آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ آپ کی ازواج جو پہلے آپ کے نکاح میں ہیں حلال ہیں خود اِنَّا احللنا لک کے الفاظ سے ملتا ہے کیونکہ احللنا ماضی کا صیغہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مضارع کا صیغہ نُحِلّ استعمال نہیں فرمایا کہ ہم حلال کرتے ہیں بلکہ احللنا ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا جس کے ایک صحیح معنی یہ ہیں کہ ہم پہلے حلال ٹھہرا چکے ہیں۔

میرے اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ الصدیقہ اور حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی روایات کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اِنّا احللنا لک ازواجک التی والی آیت اور اس میں ترجی من تشاء و تؤوی الیک من تشاء کا قول نازل فرما کر آپ کے لئے اپنی سابقہ ازواج جن کے مہر دے چکے تھے حلال ٹھہرا دی ہیں۔ اور محرم عورتوں کے سوا دوسری مسلمان عورتوں میں سے جس سے چاہیں مزید نکاح کی اجازت دے دی۔ غرض ان روایات سے یہ ہے کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے اس شبہ کا ازالہ فرما دیا ہے کہ مسلمانوں کو صرف چار تک نکاح کی اجازت دی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس حکم پر کیوں عمل نہیں کیا اور کیوں چار سے زیادہ ازواج اپنے نکاح میں رکھیں؟ پس ان روایات میں لا یحل لک النساء من بعد کے

نسخ کی طرف قطعاً کوئی اشارہ موجود نہیں۔ اور ان سے محض غلط فہمی سے لا یحلّ لك النساء من بعد کو پہلے کی آیت سمجھا گیا ہے اور اِنّا احللنا لك کو بعد کی۔ فتدبّر!

## زیر بحث آیتوں کا نسخ اللہ تعالیٰ کی شان کے منافی ہے

اِس میں کچھ شک نہیں کہ آیت لا یحلّ لك النّساء من بعد کو اگر نزول کے لحاظ سے اِنّا احللنا لك ازواجك والی آیت سے پہلے کی قرار دیا جائے تو اسے قطعی طور پر منسوخ ماننا پڑتا ہے میں بتا چکا ہوں کہ اِس آیت کو منسوخ قرار دینے والوں کو صرف حضرت امّ المومنین عائشہ الصدیقہ و حضرت امّ المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہما کی روایتوں سے ایک غلط فہمی پیدا ہوئی ہے جس کی بناء پر یہ رائے قائم کر لی گئی ہے کہ لا یحلّ لك النّساء من بعد پہلے کی آیت ہے۔ ورنہ اگر خود لا یحلّ لك النّساء من بعد ولا اَن تبدّل بهنّ من ازواج کے نفسِ مضمون پر پُورا غور کیا جاتا تو خود اِس آیت کا مضمون ہی اِس بات پر روشنی ڈال رہا ہے کہ یہ آیت منسوخ قرار نہیں دی جا سکتی کیونکہ اِس کا منسوخ قرار دیا جانا اللہ تعالیٰ کی رحیمانہ کریمانہ اور شفیقانہ شان کے خلاف ہے۔

تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ جب ازواج مطہّرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کا کچھ سامانِ آسائش طلب کیا تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کر لی اور خدا تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا کہ:-

قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ
تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا
فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ
سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ
تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ
الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ
مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(سورۃ احزاب رکوع ۴)

اے نبی! اپنی ازواج کو کہدو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں دنیا کا سامان دے کر اچھی طرح رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

جب ازواج مطہّرات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیار دیا گیا تو سب ازواج مطہّرات نے دنیا اور اس کے سامان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور دارِ آخرت کو اختیار کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہّرات کی اس نیکی اور قربانی کی بناء پر ان کی قدر دانی کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو ارشاد فرمایا۔

لا یحل لک النساء من بعد
ولا ان تبدل بھن من ازواج

مگر یہ آیت مندرجہ بالا تحقیق کے مطابق اِنّا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورھن کے معاً بعد نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ اب آپ کو اِن اقسام کی عورتوں کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کا حق نہیں اور آپ موجودہ ازواج میں سے کسی کو تبدیل کرکے بھی اس کی جگہ کوئی دوسری عورت نکاح میں نہیں لا سکتے۔ گویا خدا تعالیٰ نے جب ازواج مطہرات کی قربانی اور ایثار کو دیکھا تو ان کے اس ایثار کی قدردانی فرماتے ہوئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پابندی لگادی کہ اب آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کرنیوالی اِن ازواج میں سے کسی کو طلاق نہیں دے سکتے اور اسکے بدلے میں کسی اور عورت سے نکاح نہیں کرسکتے۔

جب لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج کی آیت اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کی قدردانی فرماتے ہوئے نازل فرمائی توپھر کس طرح یہ ممکن ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان ازواج مطہرات سے کسی قصور کے سرزد ہوئے بغیر اس رحیمانہ کریمانہ اور شفیقانہ حکم کو منسوخ فرماکر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ پابندی اُٹھا دے جو ولا ان تبدل بھن من ازواج کے الفاظ سے آپ پر لگائی گئی تھی۔ مگر اس جگہ نسخ کے قائلین یہی کہتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کی قدردانی میں یہ آیت نازل فرمائی پھر اِنّا احللنا والی آیت نازل فرماکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پابندی کو اُٹھا دیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ پابندی لگاتے ہوئے خدا تعالیٰ کو علم نہ تھا کہ میرے رسول کو اس سے تنگی ہوگی۔ اگر علم تھا تو پھر اس آیت کو نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ پہلے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی قربانی اور ایثار کی قدردانی کرتے ہوئے ان کی عزت افزائی کی خاطر خود ہی اپنے رسول پر ایک پابندی لگائے کہ اب آپ انہیں طلاق نہیں دے سکتے، مگر پھر خود ہی یہ پابندی ازواج مطہرات کے کسی قصور کے بغیر صرف اس بنا پر اُٹھا دے کہ میرے رسول کو اس سے تنگی ہوگی۔ کاش ان دونوں آیتوں میں قائلین نسخ اس پہلو پر بھی غور فرمالیتے کہ اس آیت کو منسوخ قرار دینے میں خدا تعالیٰ کی شان پر کیا دھبہ لگتا ہے اور دشمنان اسلام کے لئے اس آیت کے منسوخ قرار دینے پر کیا تضحیک کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ پس حق بات یہی ہے کہ آیت لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن الآیۃ۔ اِنّا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورھن کا حصہ ہے جو پہلے نازل نہیں ہوا بلکہ اِنّا احللنا لک ازواجک التی الآیۃ کے معاً بعد نازل ہوا ہے۔ یہی حضرت ابی بن کعبؓ اور کئی تابعین اور مفسرین کا مذہب ہے اور انہی کی تفسیر اللہ تعالیٰ

کی شان اور عظمت کے لائق ہے۔ اُن کی تفسیر کی رُو سے نہ ان دونوں آیتوں میں سے کسی کو منسوخ ماننا پڑتا ہے اور نہ خدا تعالیٰ کی بلند شان پر دشمنانِ اسلام کے لئے اعتراضات کا دروازہ کھلتا ہے۔

اب آخر میں مَیں صرف ترجی مَن تشاء و تؤوی الیک مَن تشاء کی تفسیر پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کیونکہ اِس آیت کے یہ معنے بھی لئے جاتے ہیں کہ تُو اے نبیؐ جس بی بی کو چاہے طلاق دے سکتا ہے اور جس کو چاہے اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ اس کے متعلق واضح ہو اگر لا یحلّ لک النّساء من بعد ولا اَن تبدّل بھنّ من ازواجٍ الآیۃ کو حضرت ابی بن کعبؓ وغیرہ کے قول کے مطابق بعد کی قرار دیا جائے تو پھر بھی ترجی من تشاء کے یہ معنے کہ جسے تُو چاہے طلاق دیدے ہرگز درست قرار نہیں پا سکتے لیکن اگر اس آیت کو لا یحلّ لک النّساء من بعد ولا ان تبدّل بھنّ کا ناسخ قرار دیا جائے تو پھر اللہ تعالےٰ کی ہستی پر اعتراض کا دروازہ کھلتا ہے کہ اِس ایثار اور قربانی سے کام لینے والی ازواج مطہرات کی خدا تعالیٰ کی طرف سے اِس قدر دانی کے بعد کہ اب انہیں طلاق نہ دی جائے پھر اللہ تعالےٰ نے بلا وجہ کیوں اِس حکم کو اُٹھا لیا اور حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں طلاق دیدینے کی رخصت دیدی لیکن امرِ واقعہ یہی ہے کہ آیت ترجی من تشاء منھنّ کے بعد لا یحلّ لک النّساء من بعد ولا اَن تبدّل بھنّ من ازواجٍ نازل ہوئی ہے۔ اِس لحاظ سے ترجی مَن تشاء منھن و تؤوی الیک من تشاء کے ازواج مطہرات کے لحاظ سے یہ معنی ہونگے کہ باری مقرر کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی جسکو چاہیں باری میں پیچھے کر سکتے ہیں جس کو چاہیں اپنے پاس بُلا سکتے ہیں اور جن عورتوں سے آپ کو اِس آیت میں نکاح کی رخصت دی گئی اُن کے لحاظ سے ترجی مَن تشاء منھنّ و تؤوی الیک مَن تشاء کی یہ تفسیر ہوگی کہ آپؐ کو اختیار ہے، اُن عورتوں میں سے جس سے چاہیں نکاح نہ کریں اور جس کو چاہیں نکاح کرکے اپنے ہاں جگہ دیں۔ ہاں ولا ان تبدّل بھنّ کا حکم اُن سب کے لئے ہوگا کہ اب آپؐ جس سے بھی نکاح کریں گے آپؐ کو پھر اُسے طلاق دینے کا اختیار نہ ہوگا۔

اِس کی وجہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات کی یہ قربانی کہ انہوں نے دنیوی سامان پر لات مار کر اللہ تعالےٰ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دارِ آخرت کو اختیار کیا سب لوگوں کے سامنے تھی اسلئے اب کوئی عورت مومنوں میں سے آپؐ سے نکاح کرنے کے لئے یا آپؐ کو اپنا نفس ہبہ کرنے کے لئے اُس وقت تک تیار نہ ہو سکتی تھی جب تک وہ بھی دُنیا کے سامان پر لات مار کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہنے کے لئے دیگر ازواج مطہرات کی طرح دنیوی آسائش کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کو ترجیح نہ دے۔

پس ازواج مطہرات کے امتحان کے بعد اب ہر عورت جو آپ کے نکاح میں آنا قبول کر سکتی تھی وہ چونکہ وہی ہو سکتی ہے جو ازواج مطہرات کی طرح ایثار اور قربانی کے لئے تیار ہو اسلئے اللہ تعالیٰ نے آئندہ نکاح میں آنے والی ازواج کو بھی ولا ان تبدّل بھنّ من ازواجٍ کے حکم میں شریک کر دیا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پابندی لگا دی کہ آپ اپنی بیویوں میں سے کسی کو طلاق دیکر اس کے بدلے میں دوسری کسی عورت سے نکاح نہیں کر سکتے۔ یہی تفسیر ازواج مطہرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتِ ایثار اور اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب ہے۔ اور ان دونوں آیتوں میں نسخ ماننے کی راہ اختیار کرنا بہت خطرناک راہ ہے۔ تفسیر رُوح المعانی کے مفسر علامہ الوسی بھی اسی تحقیق کے مؤید ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں :-

"وعن ابی حاتم عن عبد اللہ بن
شداد انّہ قال فی قولہ تعالیٰ ولا
ان تبدّل الخ ذالک لو طلّقھنّ
لن یحلّ لہ ان یستبدل و
قد کان ینکح بعد ما نزلت
ھٰذہ الاٰیۃ ما شاء ونزلت
وتحتہ تسع نسوۃ ثمّ
تزوّج بعدہ امّ حبیبۃ بنت
ابی سفیان وجویریۃ بنت
الحارث رضی اللہ عنھما والظاھر
علی القول بانّ الاٰیۃ نزلت
کرامۃ للمختارات وتطییباً
لخواطرھنّ وشکراً لحُسن
صنیعھنّ عدم النّسخ"۔

(تفسیر روح المعانی جلد ۵ ص۵۴)

یعنی ابی حاتم نے عبد اللہ بن شداد سے روایت کی ہے کہ ابن شداد نے خدا تعالیٰ کے قول ولا ان تبدّل الخ کے متعلق کہا کہ یہ اسلئے ہے کہ اگر آپ ان بیبیوں کو طلاق دیتے تو آپ کے لئے حلال نہ تھا کہ ان کے بدلے کسی اور سے نکاح کرتے حالانکہ آپ اس آیت (لا یحلّ لک النّساء من بعد ولا ان تبدّل بھنّ من ازواجٍ) کے بعد جتنے نکاح چاہتے کر سکتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی اُس وقت آپ کی ۹ بیویاں تھیں۔ پھر آپ نے امّ حبیبہ بنت ابی سفیان اور جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا۔

یہ روایت درج کرکے علامہ الوسی اس پر اپنا نوٹ دیتے ہیں کہ اس قول سے عدم نسخ ظاہر ہے کیونکہ یہ آیت اللہ تعالیٰ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کو اختیار کرنے والی ازواج کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے اور ان کے دلوں کو خوش کرنے کیلئے اور ان کے اس اچھے کام کی قدردانی کے طور پر نازل ہوئی ہے۔

علامہ الوسی کے اس قول سے ظاہر ہے کہ جن

محققین نے ہمارے بیان کردہ نقطۂ نگاہ کو مدنظر رکھا ہے۔ وہ ان آیتوں میں نسخ کے قائل نہیں۔ و هٰذا هو المراد۔

## پانچویں آیت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

(سورۃ مجادلہ رکوع ۲)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لینے سے پہلے صدقہ دے لیا کرو۔ یہ صدقہ دینا تمہارے لئے اور زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے پس اگر تم صدقہ دینے کے لئے کچھ نہ پاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ کیا تم لوگ اپنے مشورہ لینے سے پہلے صدقات دینے کے معاملہ میں ڈر گئے ہو۔ جب تم ایسا نہ کر سکو اور اللہ تعالیٰ نے تم پر رجوع برحمت کیا ہے۔ تو نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو اس سے واقف ہے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب الفوز الکبیر میں لکھتے ہیں:۔

"ومن المجادلة اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا الاٰية منسوخة بالاٰية بعدها قلتُ هٰذا كما قال۔"

کہ ابن عربیؒ نے سورۃ مجادلہ کی آیت اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ کو بعد کی آیت سے منسوخ قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں ایسا ہی ہے جیسا کہ ابن عربیؒ نے کہا ہے۔"

مگر جو لوگ ان دونوں آیتوں میں نسخ کے قائل نہیں وہ ان آیتوں کے متعلق بعض وجوہ پیش کرتے ہیں جن سے نسخ اصطلاحی ان آیتوں میں ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو مسلّم ہے کہ کسی حکم کی مدت ختم ہونے پر اگر کوئی دوسرا حکم آ جائے

مخالف نازل ہو تو یہ امر اصطلاحی نسخ قرار نہیں پاتا۔ میں حضرت شاہ صاحبؒ کی فارسی عبارت اس بارہ میں پیش کر چکا ہوں۔

امام ابو مسلم اصفہانی حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے بیان کردہ اصل کے مطابق اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ :۔

"منافقین صدقات دینے سے رکتے تھے۔ منافقوں میں سے ایک جماعت ظاہراً و باطناً حقیقی ایمان لے آئی تو خدا تعالیٰ نے ان مومنوں اور منافقوں میں جو اپنے نفاق پر باقی رہے تمحیص کرنے اور دونوں میں تمیز دینے کے لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لینے سے پہلے صدقہ کا حکم دیا لہٰذا یہ حکم شرعی ایک وقتی حکم تھا نہ کہ دائمی۔"

اسلئے جب اس کا وقت ختم ہو گیا تو یہ حکم ساقط ہو گیا کسی حکم کا وقت ختم ہو جانے پر اٹھ جانا نسخ نہیں۔ اب یہ تفسیر اگر درست تسلیم کی جائے تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے مسلک کے مطابق دوسری آیت پہلی آیت کی ناسخ قرار نہیں پا سکتی۔ زیادہ سے زیادہ اسے لغوی نسخ قرار دیا جا سکتا ہے نہ کہ اصطلاحی۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ (الفوز الکبیر) میں فرماتے ہیں کہ :۔

"صحابہ کرامؓ اور تابعین کے کلام کے استقراء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نسخ کا لفظ لغوی معنوں میں استعمال کرتے تھے نہ کہ اصولیوں کی اصطلاح میں۔

ان کے قول کے مطابق صحابہ کرام و تابعین نسخ کے معنی آیت کی بعض اوصاف کا دوسری آیت سے زائل ہونا مراد لیتے تھے خواہ مراد انتہائے مدت عمل ہو یا متبادر معنی سے غیر متبادر معنی مراد لیا جانا مراد ہو۔ یا کسی قید کا اتفاقی ہونا بیان ہو۔ یا کسی عام حکم کی تخصیص مراد ہو یا منصوص حکم اور اس پر قیاس کردہ حکم کے درمیان امر فارق کا بیان مراد ہو۔ یا جاہلیت کی کسی رسم کا آیت سے ازالہ مراد ہو۔ یا شریعت سابقہ کا ازالہ مراد ہو۔ غرض نسخ ان کے نزدیک بہت وسعت رکھتا ہے۔ اور عقل کو اس میں جولانی کا موقع ملتا ہے اور اختلاف کی گنجائش ہے۔ اسی لئے منسوخ آیات کا پانچسو تک شمار پہنچا دیا ہے۔ اور اگر اچھی طرح چھان بین کرو تو نسخ کا کوئی شمار نہیں۔ لیکن متاخرین کی اصطلاح کے مطابق منسوخ آیات بہت تھوڑی ہیں خصوصاً اس توجیہ کے مطابق جو ہم نے اختیار کی ہے۔" (تفسیر الفوز الکبیر صفحہ ۱۵-۱۶)

غرض اِس قول سے ظاہر ہے کہ کسی آیت کی مدت کا ختم ہو جانا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک اُن کے اپنے بیان کی رُو سے نسخ اصطلاحی نہیں۔ پس امام ابو مسلم نے زیر بحث صدقہ والی آیت کی جو توجیہہ کی ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے اِس قول کے مطابق اِس آیت میں نسخ اصطلاحی کو ردّ کر رہی ہے۔

**دوسری توجیہہ** - علامہ خضری مصری اپنی کتاب اصول الفقہ میں ان دونوں آیتوں میں نسخ کے پائے جانے کو ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"دوسری آیت صرف یہ بیان کرتی ہے کہ واجب مالی صدقہ (زکوٰۃ) سے زیادہ مالی صدقہ ضروری نہیں۔ بلکہ نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا ہی کافی ہے اور یہ صدقہ ہی ہے پس اس طرح صدقہ کا حکم قائم رہا اور نسخ کا دعویٰ باطل ہو گیا۔"

گویا علامہ خضری کے اِس بیان کے مطابق دوسری آیت پہلی آیت کی تفسیر و تشریح ہے اور بتا رہی ہے کہ اِس غرض کے لئے سالانہ زکوٰۃ کا مالی صدقہ اور نماز قائم کرنا اور اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا بھی کافی صدقہ ہے۔ اس سے بڑھ کر صدقہ دینا مشورہ لینے کے لئے ضروری نہیں۔

**تیسری توجیہہ** یہ ہے کہ دوسری آیت میں رخصت کا حکم نازل ہوا ہے چونکہ رخصت عزیمت کے مقابلہ میں نسخ نہیں ہوتی اسلئے اِس توجیہہ کے لحاظ سے بھی نسخ ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ درِ منثور میں ایک روایت ہے:-

"اخرج سعید عن منصور عن مجاهد قال كان اوّل من ناجى النبىّ صلى الله عليه وسلم تصدّق بدينار وكان اوّل من صنع ذٰلك على ابن ابى طالب ثم نزلت الرخصة فاذ لم تفعلوا وتاب الله عليكم"

کہ سعید نے منصور سے اور منصور نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا کہ پہلے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لیا ایک دینار صدقہ دیا۔ اور سب سے پہلے یہ کام حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کیا۔ پھر اِس بارہ میں فاذ لم تفعلوا و تاب الله عليكم کی آیت سے رخصت کا حکم نازل ہو گیا۔"

چونکہ رخصت عزیمت کے مقابلہ میں نسخ نہیں ہوتی اسلئے اِن دونوں آیتوں میں نسخ کا دعویٰ درست نہیں۔ عزیمت والے حکم پر بھی عمل جائز ہے اور رخصت والے حکم سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اِس طرح دونوں حکم اپنی جگہ قائم ہیں۔

چوتھی توجیہ ہمارے نزدیک یہ ہوسکتی ہے کہ تاب اللہ علیکم کی آیت نے پہلی آیت کی تفسیر و تشریح فرما دی ہے کہ صدقہ والا حکم دراصل واجب نہ تھا بلکہ مندوب یعنی مستحب تھا یعنی اس کے کرنے پر ثواب تھا اور نہ کرنے پر کوئی گرفت نہ تھی۔

گو اس بات کا ثبوت خود پہلی آیت میں بھی موجود تھا کہ یہ صدقہ مندوب ہے لیکن بعض لوگوں نے اسے واجب ہی گمان کیا۔ بہرحال اس صدقہ کی ہدایت پر صحابہ کرامؓ سوچنے لگے کہ جب خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کی قیمت صدقہ دینا مقرر فرمادی ہے تو اب ہمیں کس قدر صدقہ دینا چاہیئے۔ کیونکہ کوئی مقدار تو قرآن مجید میں بیان نہیں ہوئی اور نہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کوئی مقدار معیّن کی ہے۔ اب وہ اس بات سے ڈرے کہ اگر ہم نے تھوڑا صدقہ دیا تو اس سے آپؐ کے وقت کی خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہم بے قدری کرنے والے نہ بنیں۔ اس وجہ سے ان میں سے اکثر صدقہ دینے اور مشورہ لینے سے اس ڈر کے ماتحت رُک گئے۔ مشورہ لینا یوں بھی اُن کے اختیار کی بات تھی۔ مگر وہ اسلئے نہیں رُکتے تھے کہ اُن میں معاذ اللہ کوئی حرص یا بخل پیدا ہو گیا تھا کیونکہ یہ امر تو صحابہ کرامؓ کی قربانی کی رُوح سے بعید تھا۔ بہرحال جب وہ اس ڈر سے مشورہ لینے سے رُک گئے تو اللہ تعالیٰ نے ءاشفقتم اَن تقدّموا بین یدی نجوٰکم صدقٰتٍ فاذلم تفعلوا وتاب اللہ علیکم فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا اللہ ورسولہٗ کی آیت نازل فرمائی کہ کیا تم صدقہ دینے سے ڈر گئے ہو جب تم نے صدقہ نہیں دیا یا جب (یا اگر) تم صدقہ نہ دو (بصورت اِذْ بمعنی اِذَا یا اِنْ۔ دیکھو بیضاوی زیر تفسیر آیت ہذا) اور اللہ تعالیٰ تم پر پہلے رجوع برحمت ہو چکا ہوا ہے یعنی اس صدقہ کو پہلے سے مندوب قرار دے چکا ہوا ہے تو تم نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تو یہ بھی ٹھیک ہے صدقہ نہ دینے پر تمہیں کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ تم بغیر صدقہ کے بھی مشورہ لے سکتے ہو۔

اس تفسیر و تشریح کی صورت میں قطعاً نسخ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں اس بات کا بیان کرنا ضروری ہے کہ پہلی آیت سے اس صدقہ کا مندوب ہونا کس طرح ظاہر ہوتا تھا جسے بعض صحابہؓ نے اپنے اجتہاد سے واجب سمجھ لیا تھا۔

سو اس بارہ میں واضح ہو کہ اس صدقہ کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ذٰلک خیرٌ لکم واطہر کہ یہ صدقہ دینا تمہارے لئے بہتر اور زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے "خیر" اور "اطہر" کے لفظوں میں اسم تفضیل کا استعمال اس بات پر دلیل ہے کہ پاکیزگی تو اس صدقہ کے بغیر بھی حاصل ہو سکتی تھی مگر یہ صدقہ زیادہ پاکیزگی کا موجب تھا۔ اس کا نہ دینا گناہ نہیں تھا۔ چنانچہ اس قسم کے الفاظ مندوب ہونے پر دلیل ہوتے ہیں۔

مگر اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِن
لم تجدوا فانّ اللہ غفورٌ رحیم کہ اگر
تم صدقہ نہ پاؤ تو خدا تعالیٰ مغفرت کرنے والا
رحم کرنے والا ہے۔ یعنی تم پر کوئی گرفت نہیں
غفورٌ رحیم کے الفاظ سے بعض کا ذہن اِس
طرف متوجہ ہوا کہ یہ صدقہ واجب ہوگا تبھی تو فرمایا
جو اِس صدقہ کے دینے کی استطاعت نہ رکھے اس کا
قصور معاف ہوگا چنانچہ علامہ بیضاوی خیر لکم
واطھر کی تفسیر میں اِس جگہ لکھتے ہیں :-

"ای لا نفسکم من الریبة و
حبّ المال وھو یشعر
بالندبیة لکن قولہٗ تعالیٰ
فان لم تجدوا فانّ اللہ غفورٌ
رحیم ای لم یجد ما حیث
رخّص لہٗ فی المناجات بلا
تصدّق ادلّ علی الوجوب"
(تفسیر بیضاوی سورۃ مجادلہ جلد ۴
مصری صفحہ ۱۳۲)

کہ خیر لکم واطھر سے مراد یہ ہے
کہ یہ صدقہ تمہارے نفسوں کے لئے
اضطراب اور حبّ المال سے بہتر ہے
اور یہ الفاظ اس کے مندوب یعنی
مستحب ہونے کو ظاہر کرتے ہیں۔
لیکن خدا تعالیٰ کا قول فان لم تجدوا
فانّ اللہ غفورٌ رحیم کہ اگر نہ پاؤ
تو تمہیں صدقہ کے بغیر مشورہ کی رخصت
ہے کے الفاظ اس کے واجب ہونے
پر زیادہ دلالت کرتے ہیں"

گویا غفورٌ کے لفظ سے بعض لوگ اس صدقہ کے
واجب ہونے پر استدلال کرتے تھے حالانکہ اصل حقیقت
یہ ہے کہ رخصت کے مقام پر غفورٌ کا لفظ لانے سے
مراد بُرے نتائج سے بچانے والی ہستی ہوتی ہے
یا آئندہ کے لئے بُرائیوں اور نقائص سے حفاظت
کرنے والی ہستی مراد ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۃ احزاب
میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ
فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ
حَرَجٌ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

کہ اے نبی! ہم نے تمہیں بعض اصناف
کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے
اور مومنوں کی ازواج کے لئے اور ان
کی لونڈیوں کے متعلق احکام جو ہم
نے فرض کئے بیان کر دیئے ہوئے ہیں۔
یہ اجازت تمہیں اسلئے دی ہے کہ تم
پر کوئی تنگی نہ ہو اور خدا تعالیٰ مغفرت
کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"

اب دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نکاح کے
بارہ میں تنگی دُور کرنے کے لئے اس سے پہلی آیت میں
اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعض عورتوں سے نکاح کی رخصت

دی ہے اور آپ پر واجب نہیں کیا کہ آپ ان عورتوں سے ضرور ہی نکاح کریں۔ مگر پھر آخر میں فرما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفورٌ رحیم ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ غفورٌ رحیم کے الفاظ سے کسی حکم کے وجوب پر استدلال لازم نہیں بلکہ ایسے الفاظ رخصت والے حکم یا مندوب حکم کے بعد بھی لائے جاسکتے ہیں تعجب ہے کہ علامہ بیضاوی نے یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ خیر اور اطہر کے الفاظ سے اس صدقہ کے مندوب ہونے کا پتہ لگتا ہے ۔پھر غفورٌ رحیم کے الفاظ سے وجوب پر استدلال کیا ہے ۔ انہیں چاہیئے تھا کہ غفورٌ رحیم کا اس آیت میں ایسا مفہوم لیتے جس سے اس صدقہ کے مندوب ہونے کی تائید ہوتی کیونکہ جب آیت کا پہلا حصہ صدقہ کے مندوب ہونے پر دال ہے تو بعد کے الفاظ سے اس کے خلاف استدلال کرنا مناسب نہ تھا۔

بہرحال کچھ لوگ اس صدقہ والی آیت کے حکم سے خائف ہوئے ۔ ان کے خائف ہونے کی وجہ جیسے میں پہلے بیان کرچکا ہوں بخل یا حرصِ مال نہیں بلکہ مقدارِ صدقہ بیان نہ کئے جانے کی وجہ سے وہ خائف تھے کہ کہیں ہم صدقہ دیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تھوڑا نہ ہو اور اس سے کوئی گستاخی نہ سمجھی جائے اس لئے وہ متأمل ہوئے اور صدقہ دینے سے رُک گئے ۔ ممکن ہے وہ تفصیل کے انتظار میں ہوں تا ان کا یہ خوف اس تفصیل کے بیان سے دُور ہو جائے ۔ خدا تعالیٰ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ نیک نیتی کی بنا پر ڈر کر صدقہ سے رُک گئے ہیں تو چونکہ صدقہ کا حکم پہلے مندوب تھا اور صحابہؓ کی نیت بھی نیک تھی۔ اسلئے اس نے اس حکم کے مندوب ہونے کا دوسری آیت تاب اللہ علیکم سے خود واضح الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ تم لوگ مشورہ لینے سے کیوں رُک گئے ہوئے تو اس سے پہلے تم پر ذٰلک خیرٌ لکم و اطہر کہہ کر رجوع برحمت کرچکا ہوں یعنی اس صدقہ کو مندوب قرار دے چکا ہوں۔ تم پر یہ صدقہ واجب تو نہیں کہ اس کی مقدار میں تم تأمل کرو یہ تو مندوب تھا لہذا تمہارا صرف نمازیں پڑھنا اور زکوٰۃ دینا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا بھی مشورہ لینے کا تمہیں حقدار بنا دیتا ہے پس تم لوگ یہ اعمال بجا لاؤ تو یہ مندوب صدقہ دیئے بغیر بھی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لے سکتے ہو۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ پہلی آیت میں ہی خدا تعالیٰ نے اس صدقہ کے مندوب ہونے کی طرف اشارہ فرما دیا تھا لیکن چونکہ بعض صحابہؓ نے اپنے اجتہاد سے اسے واجب سمجھا تھا ۔ اور اکثر صحابہؓ مقدار معلوم نہ ہونے کی وجہ سے صدقہ سے رُک گئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رخصت کو بیان کرکے اس کے مندوب ہونے کو واضح فرما دیا اور اس طرح دوسری آیت نے پہلی آیت کے حکم کو منسوخ نہیں کیا بلکہ پہلے حکم کی مزید وضاحت بیان کردی ہے تاکہ وجوب کا شبہ

اُٹھ جائے۔ لہذا اس توجیہہ کے لحاظ سے بھی نسخ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

**پانچویں توجیہہ** تفسیر درمنثور میں ہے:-

"اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویه عن ابن عباس فی قوله اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ الآية قال ان المسلمين اكثروا المسائل على رسول الله صلى الله عليه وسلم حتّٰى شقّوا عليه فاراد الله تعالىٰ أن يخفف عن نبيّه فلمّا قال ذٰلك امتنع كثير من النّاس وكفوا عن المسئلة فانزل الله تعالىٰ بعد هذا ءَاَشْفَقْتُمْ الآية فوسّع الله تعالىٰ عليهم ولم يضيق"

کہ ابن منذر نے اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے قول اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ الآیۃ کے بارہ میں روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت باتیں دریافت کرتے تھے حتّٰی کہ آپؐ کو اس بات سے تنگی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے (یہ صدقہ مقرر کرکے) آپؐ کے لئے تخفیف کی صورت پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ جب خدا تعالیٰ نے یہ کہا (کہ مشورہ لینے سے پہلے صدقہ دے لیا کرو) تو بہت سے لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے رُک گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ءَاَشْفَقْتُمْ الآیۃ نازل فرمائی۔ اور مسلمانوں کو آسانی دے دی اور ان پر تنگی نہ کی۔"

(اس روایت سے ظاہر ہے کہ دراصل یہ صدقہ کا ارشاد صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آسانی پیدا کرنے کی خاطر نازل ہوا تھا۔ جب اس ارشاد کی بنا پر مسلمان اس حقیقت کو سمجھ گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سوالات کرکے تنگ نہیں کرنا چاہیئے تو اس صدقہ مقرر کرنے کی غرض پوری ہوگئی اور مسلمانوں کی حالت اعتدال پر آجانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں صدقہ کے بارہ میں وسعت دیدی اور ان پر تنگی وارد نہ کی کہ وہ مشورہ سے پہلے ضرور صدقہ دے لیا کریں۔ پس یہ روایت بھی بتاتی ہے کہ دوسری آیت نے پہلی آیت کو منسوخ نہیں کیا بلکہ رخصت دیکر مسلمانوں کے لئے وسعت پیدا کی ہے کہ اگر وہ صدقہ نہ بھی دیں تب بھی مشورہ لے سکتے ہیں۔ ہاں انہیں نمازوں کے قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے میں پابندی اختیار کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اس صورت میں پہلا حکم عزیمت والا بھی قائم رہے گا اور رخصت سے فائدہ اٹھانے کا بھی حق حاصل ہوگا۔ اگر کوئی پہلے حکم پر عمل کرے تو زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر رخصت سے فائدہ اُٹھائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

## حضرت علیؓ کی روایت کی تشریح

تفسیر درِّ منثور کی ایک روایت

جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہاں دوسری آیت نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"ابن مردویہ عن علی قال
ما عمل بھا احد غیری حتّٰی
نسخت وما کانت الا ساعۃ
یعنی اٰیۃ المنجوٰی"

کہ میرے سوا اس پر کسی نے عمل نہیں کیا حتّٰی کہ یہ منسوخ ہوگئی۔ یہ آیت صرف ایک گھڑی کے لئے رہی یعنی مشورہ کے لئے صدقہ والی آیت۔"

اس روایت کے متعلق علامہ بیضاوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس صدقہ کے وجوب کے ہی قائل معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُن کی ایک دوسری روایت میں ہے:-

"انّ فی کتاب اللّٰہ تعالٰی لاٰیۃً
ما عمل بھا احد قبلی ولا
یعمل بھا احد بعدی اٰیۃ
النجوٰی"

کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایک آیت ہے جس پر میرے سوا کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ ہی اس پر میرے بعد کوئی عمل کرے گا۔ یعنی مشورہ والی آیت پر۔"

اس روایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس صدقہ کا حکم واجب سمجھتے تھے مگر ان کی مراد اس قول سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ میرے بعد کوئی شخص اس صدقہ کو واجب جان کر نہیں دیگا۔ یہ مراد نہیں کہ کوئی شخص اس قسم کا صدقہ دے ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ جب دوسرے صحابہؓ اسے رخصت قرار دیتے ہیں تو اس پر عمل کرنے میں بھی کوئی امر مانع نہیں۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مراد یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص واجب سمجھتے ہوئے یہ صدقہ نہ دے گا۔

ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس آیت کو منسوخ قرار دینا نسخ کے لغوی معنوں کے لحاظ سے ہی ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین نسخ کا لفظ لغوی معنوں میں ہی استعمال فرماتے تھے یعنی آیت کی بعض اوصاف کا ازالہ خواہ اس کا موجب انتہائے مدت ہو یا دیگر اسباب

جو انہوں نے بیان کئے ہیں جن کی تفصیل قبل ازیں گزر چکی ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مراد بھی اس نسخ سے اصطلاحی نسخ نہیں صرف یہ مراد ہے کہ آیت کے حکم میں وجوب کی صفت کو بدل کر رخصت دیدی گئی ہے اور اس صدقہ کو مندوب قرار دیدیا گیا ہے۔ ایک واجب سمجھے گئے حکم کو مندوب قرار دینا اصطلاحی نسخ نہیں کیونکہ اس سے وہ حکم اس طرح نہیں اُٹھا کہ اس پر عمل جائز نہ ہو۔ امام جلال الدین سیوطی نے نسخ قطعی کی بھی تعریف بیان کی ہے کہ انما النسخ ازالۃ للحکم حتّی لا یجوز امتثالہ کہ نسخ حکم کے اس طرح اُٹھ جانے کا نام ہے کہ پھر اس منسوخ حکم پر عمل کرنا جائز نہ ہو۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا صرف اپنا اجتہاد ہے کہ یہ صدقہ واجب تھا ورنہ قرآن مجید کے الفاظ سے جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں پہلی آیت سے ہی اس کے مندوب ہونے پر قوی استدلال ہو سکتا ہے۔ بہرحال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مراد اس نسخ سے اصطلاحی نہیں ہو سکتی بلکہ لغوی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ متبادر معنی ان کے نزدیک تو وجوب کے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے ان متبادر معنوں کے خلاف یہ دوسرے معنی بیان فرما دیئے ہیں کہ یہ حکم مندوب تھا جسے پہلے واجب سمجھا گیا۔ پس آیت کے اجتہادی معنوں کا نسخ ہوا ہے نہ کہ حقیقی معنوں کا۔ اور ایسی بات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک محض لغوی نسخ ہے نہ کہ حقیقی نسخ۔ لیکن اگر پہلی آیت میں بھی صدقہ کے حکم کو مندوب قرار دیا جائے تو پھر اس جگہ لغوی نسخ قرار دینے کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ھٰذا ھو المراد۔

## ضروری گزارش

بعض علماءِ اُمّت کو قرآن مجید میں منسوخ آیات تسلیم کرنے کے متعلق اتنا غلو رہا ہے کہ وہ قرآن مجید میں منسوخ آیات کے قائل نہ ہونے والوں کی تکفیر پر بھی کمربستہ ہے حالانکہ قرآن مجید کی کسی آیت کو نہ خدا تعالیٰ نے منسوخ قرار دیا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ نیز یہ عقیدہ اجماعی بھی نہیں۔ چنانچہ بعض علماء نے پانچسو آیتیں منسوخ قرار دیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے صرف بیس آیات منسوخ قرار دی ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ نے صرف پانچ آیتیں منسوخ تسلیم کی ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی توفیق سے ان پانچ آیات کا بھی غیر منسوخ اور محکم ہونا اقوال صحابہ و تابعین اور علماء محققین اور خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے مسلّمہ اصولوں کی بناء پر بھی ثابت کر دیا ہے۔ امام جلال الدین صاحب سیوطی کی پیش کردہ آیات میں سے پندرہ آیتیں تو خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے الفوز الکبیر میں غیر منسوخ ثابت کر دی ہیں۔

اجماع کے بارہ میں صرف اتنی عرض ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین علیہم الرحمۃ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے قول کے مطابق

قرآن مجید کی آیات کو منسوخ قرار دینے میں لغوی نسخ کے قائل رہے ہیں۔ لہٰذا اہلِ اصول کی اصطلاح نسخ کے بارہ میں اجماع کی حقیقت وہ یہ بتاتے ہیں کہ:۔

"اصطلاحی نسخ کے بیان میں اصل یہ ہے کہ نزولِ آیات کا زمانہ معلوم ہو۔ مگر کبھی سلفِ صالح کے اجماع یا جمہور کے اتفاق کو علامتِ نسخ قائم کر کے اس کے قائل ہو جاتے ہیں اور بہت سے فقہاء اس بات کے مرتکب ہوئے ہیں۔ حالانکہ ممکن ہے کہ مصداقِ آیت مصداقِ اجماع کے مخالف ہو۔ الحاصل وہ آثار جو نسخ سے بنے ہیں بہت مشتبہ ہیں اور ان میں معاملہ کی تہ کو پہنچنا سخت دشوار ہے۔" (اردو ترجمہ از الفوز الکبیر صـ۷۶-۷۷ مترجمہ مولوی رشید احمد صاحب انصاری مرحوم)

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اصطلاحی نسخ کا ثبوت اس امر سے ہو سکتا ہے کہ آیات کے نزول کا زمانہ معلوم ہو تا متقدم اور متأخر حکم کا پتہ لگ سکے۔ صرف اجماعِ سلفِ صالحین یا جمہور کے اجماع کو نسخ اصطلاحی کی علامت قرار دینا درست نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آیت کے جن معنی کو لیکر ان کے منسوخ ہونے پر اجماع کا دعویٰ ہو، خود وہ معنی ہی آیت کا مصداق نہ ہوں بلکہ اس آیت کے دراصل کچھ اور معنی ہوں اور ان معنوں کے حکم کے متعلق نسخ کا سوال پیدا ہی نہ ہو سکتا ہو۔ پھر وہ خلاصہ کلام یہ بتاتے ہیں کہ نسخ کے بارہ میں آثار (روایات) مشتبہ ہیں۔ پس اجماع کی روایات پر اور نسخ کی روایات پر بوجہ مشتبہ ہونے کے اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ ماسوا اسکے قرآن مجید کی آیات میں نسخ پائے جانے کا عقیدہ بھی اجماعی نہیں۔ جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ اگر ایک صحابی، تابعی یا مفسر کسی دو آیتوں میں نسخ قرار دیتا ہے تو دوسرا اس خیال کے خلاف دونوں آیتوں کو محکم قرار دیتا ہے۔

پس قرآن مجید کی آیات میں نسخِ اصطلاحی کے عقیدہ پر اجماع کا دعویٰ ہی باطل ہے۔ اجماع کے مدعی ایسا اجماع ثابت نہیں کر سکتے۔

پھر اصطلاحی نسخ کے لئے جو اصول ائمہ نے وضع کئے ہیں ان کے لحاظ سے کوئی ایک آیت بھی قرآن مجید میں منسوخ ثابت نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ آخری زمانہ میں نسخ پر صرف پانچ آیتیں حل طلب قرار دی گئی ہیں جن کا حل اس مضمون میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ان پانچوں میں کوئی ایک بھی ایسی نہیں جس کے نسخ کے بارے میں اجماع کا دعویٰ کیا جا سکے کیونکہ ان سب کا حل کسی نہ کسی صحابی یا تابعی یا مفسر کے قول میں موجود ہے۔ میں نے اپنے مضمون میں ان پانچ آیتوں کے حل سے پہلے فقہاء کے کچھ مسلّمہ اصول درج کر دیئے ہیں جن کو مدنظر رکھ کر آیاتِ قرآنیہ میں غور کرنا چاہیئے۔

کامل امید ہے کہ جو صاحب ان اصولوں کو مدنظر رکھ کر قرآن مجید کی آیات میں تدبر کریں گے

وہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت کو بھی منسوخ نہیں پائینگے اور وہ جماعت احمدیہ کے ساتھ اس عقیدہ میں متفق ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ پائیں گے کہ قرآن مجید میں کوئی منسوخ آیت (منسوخ بہ نسخِ اصطلاحی) موجود نہیں۔

افسوس ہے کہ قائلین نسخ نے اس بات کو مدنظر نہیں رکھا کہ قرآن مجید کے احکام گو بعض خاص خاص حالات پیش آنے پر نازل ہوئے ہیں مگر وہ ابدی صداقتوں پر مشتمل ہیں۔ البتہ ان میں سے بعض ابدی صداقتیں مختص الوقت اور مختص المقام بھی ہوتی ہیں۔ یعنی وہ خاص حالات اور خاص ماحول میں واجب العمل ہوتی ہیں مثلاً جنگ کے ایام میں جو قوانین نافذ ہوتے ہیں وہ امن اور صلح کے زمانہ میں واجب العمل نہیں رہتے۔ مگر اس بات کا قرآن مجید کے کسی حکم کے منسوخ ہونے سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ سب احکام ادل بدل کر واجب العمل ہوتے ہیں۔ یعنی خاص حالات میں بعض احکام ملتوی ہو جاتے ہیں اور پھر وہی حالات پیدا ہونے پر دوبارہ واجب العمل ہو جاتے ہیں۔ اس التواء کے لئے صحابہ کرامؓ کا نسخ کا لفظ استعمال کرنا اصطلاحی معنوں میں نسخ نہیں ہوتا۔ اصطلاحی معنوں میں نسخ کی تعریف جیسا کہ امام جلال الدین صاحب سیوطی کی کتاب اتقان سے نقل کر چکا ہوں یہ ہے کہ حکم اس طرح اُٹھا دیا جائے کہ پھر اس پر عمل کرنا جائز ہی نہ رہے۔ گویا کسی حکم کا ہمیشہ ہمیش کے لئے اُٹھ جانا اصطلاحی نسخ کہلاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کا التواء کو نسخ قرار دینا یہ نسخ کے اصطلاحی معنوں کے مقابلہ میں ایک مجازی استعمال کی حیثیت رکھتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی ایک آیت کو منسوخ قرار دینے سے ایسے موقع پر یہ مراد ہوتی ہے کہ حکم کی علت نہ پائے جانے کی وجہ سے حکم اُٹھ گیا ہے جو علت موجود ہونے پر دوبارہ واجب العمل ہو گا۔ کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قول کے مطابق وہ نسخ کو لغوی معنوں میں یعنی آیت کی بعض صفات کے ازالہ کے معنوں میں لیتے تھے۔ گویا حکم کی علت اُٹھ جانے کو بھی وہ نسخ سے تعبیر کرتے تھے۔ مثلاً یہودیوں سے عفو و درگذر کا حکم جنگ کے وقت اٹھا دیا گیا اور فرمایا گیا کہ جب تک یہ جزیہ نہ دیں ان سے جنگ جاری رکھو۔ جب ایسے لوگ جزیہ دینا قبول کر لیں تو پھر جنگ کا حکم ان کے متعلق اُٹھ جائے گا اور واجب العمل نہیں رہے گا اور صلح اور امن کے زمانہ کے احکام یعنی عفو و درگذر پر مشتمل احکام واجب العمل ہو جائیں گے۔ ان احکام کا یہی حال دوسرے ذمیوں کے متعلق بھی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زندگی بھی اس بات پر شاہد ہے کہ جب کفار کی زیادتیوں اور بدعہدی کے بعد آپؐ نے مکہ پر چڑھائی کی۔ اور مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجرمانہ حیثیت میں پیش ہوئے تو آپؐ نے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ کہہ کر ان سب کو اس طرح معاف فرما دیا کہ انہیں ان کی پچھلی بدسلوکیوں اور ظلم و تشدد پر ملامت تک نہ کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھوں کے سامنے یہ عفو و درگزر کا واقعہ گزرا تو پھر وہ کس طرح کہہ سکتے تھے کہ آیت قتال نے عفو و درگزر کے احکام کو ہمیشہ ہمیش کے لئے اُٹھا دیا ہے وہ کس طرح عفو و درگزر کی آیتوں کو منسوخ بہ نسخ اصطلاحی قرار دے سکتے تھے۔ پس وہ ۱۱۲ آیاتِ قرآنیہ جو آیتِ قتال سے منسوخ قرار دی جاتی ہیں۔ نسخِ حقیقی سے ان کا قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اسی لئے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے ان آیات کا منسوخ ہونا تسلیم نہیں کیا اور ایسے مفسرین کے خیال کو ردّ کیا ہے جو ایسی آیات میں اصطلاحی نسخ کے قائل ہیں۔ آپ کے نزدیک صرف بیس آیات منسوخ ہیں جن میں پندرہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ نے حل کر دیں (ملاحظہ ہو الفوز الکبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ) اور باقی پانچ کا حل پچھلے صفحات میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیش کیا جا چکا ہے۔

وما توفیقنا الا باللّٰہ وھو نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین۔

# تاثیراتِ قرآنی

آؤ عیسائیو!!! اِدھر آؤ!!!
نورِ حق دیکھو راہِ حق پاؤ
جس قدر خوبیاں ہیں فرقاں میں
کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ
اے عزیزو! سنو کہ بے قرآں
حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
جس کو اس نور کی خبر ہی نہیں
اُن پہ اس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر
کہ بناتا ہے عاشقِ دلبر
جس کا ہے نام قادرِ اکبر
اس کی ہستی سے دے ہے پختہ خبر
کوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے
پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے
سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اس کے اوصاف کیا کروں میں بیاں
وہ تو دیتا ہے جاں کو اور اک جاں

بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام
عشقِ حق کا پلا رہا ہے جام

(درثمین)

# ابو مسلم اصفہانیؒ کا تعارف

## پہلا اسلامی مفسر جس نے لَا نَسْخَ فِی الْقُرآنِ کا دعویٰ کیا!

(از قلم جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فاضل مربی سلسلہ احمدیہ)

ابو مسلم کا نام محمد بن بحر اصفہانی ہے ۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۲ھ میں وفات پائی ابن الندیم نے "الفہرست" میں لکھا ہے کانَ کاتباً مُرسلاً بلیغاً متکلماً کہ بہت عمدہ لکھنے والے نہایت فصیح و بلیغ متکلم تھے۔ خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں اصفہان کے ناظم بھی مقرر ہوئے تھے۔ علاوہ دیگر کتب کے "جامع التاویل لمحکم التنزیل" کے نام پر تفسیرِ قرآن لکھی۔ صاحب کشف الظنون کی تحقیق کی رُو سے یہ کتاب تیرہ جلدوں پر مشتمل تھی۔ لیکن آج علمی دنیا اِس بلند پایہ تفسیر سے محروم ہے۔ کیونکہ آج اس کا وجود کہیں نہیں ملتا۔ علامہ رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں کھُل کر ابو مسلم کی تعریف کی ہے۔ ایک جگہ سورہ مریم کی تفسیر میں ابو مسلم کا قول نقل کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں:-

"ابو مُسلم حَسَنُ الکلام فی التفسیر کثیرا لغوص علی الدقائق واللطائف" کہ ابو مسلم کا کلام تفسیر میں نہایت معقول ہوتا ہے۔ وہ دقیق اور لطیف باتوں کو تہ سے ڈھونڈ کر نکالتا ہے"۔

علامہ شبلی نعمانیؒ "علم الکلام" ص ۴۲ پر لکھتے ہیں:-

"بہت سے مسائل میں ابو مسلم منفرد تھے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ناسخ منسوخ ہونے کے وہ قطعاً منکر تھے۔ امام رازیؒ تمام ان آیتوں کی تفسیر میں جن کو لوگوں نے منسوخ مانا ہے ابو مسلم کا قول اور ان کی توجیہہ نقل کرتے ہیں اور ہر جگہ ان کے طرزِ بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ابو مسلم کی رائے سے متفق ہیں"۔

## (۲) کتاب الناسخ والمنسوخ

یہ وہ کتاب تھی جس نے ابو مسلم کو زندۂ جاوید بنا دیا تھا۔ ابو مسلم پہلے اسلامی مفسر ہیں جنہوں نے لا نسخ فی القرآن کا نعرہ بلند کیا جس زمانہ میں اس نظریہ کو اجنبی اور غیر معروف سمجھا جاتا تھا اُس زمانہ

میں قرآن کی عظمت کو قائم رکھنے کے لئے ابومسلم نے جہاد کیا۔ ابومسلم نے ان تمام آیات کو مکمل طور پر حل کیا ہے جن کو اس دور کے عام مفسرین منسوخ سمجھتے تھے۔ علامہ رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اُن آیات کے متعلق ابومسلم کے اقوال نقل کئے ہیں جن کو مفسرین منسوخ ٹھہراتے تھے لیکن افسوس کہ آج کتاب الناسخ والمنسوخ کا اصل نسخہ نایاب ہے۔

## (۳) علامہ سیوطی کی آیاتِ منسوخہ کا حل اصفہانیؒ کے اقوال کی روشنی میں

ایک زمانہ تھا کہ علماء قرآن کی پانصد آیات تک منسوخ مانتے تھے لیکن علامہ سیوطیؒ نے آکر صرف بیس۲۰ آیات کو تقریباً منسوخ تسلیم کیا اور باقی کے جوابات دیئے۔ ہم بطور نمونہ اس مضمون میں ان میں سے تین۳ آیات کے جوابات ابومسلمؒ کے اقوال کی روشنی میں درج کرتے ہیں۔ یہ سب اقوال تفسیر کبیر مصنفہ علامہ رازیؒ سے منقول ہیں۔ امید ہے قارئین کے علمی اضافہ کے لئے ان کا نقل کرنا مفید ہوگا۔

**پہلی آیت** | كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ (۲/۱۸۰) کہ جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے اور وہ مال چھوڑ رہا ہو تو تم پر فرض ہے کہ وصیت کرو والدین اور اقرباء کے لئے۔

اس آیت کو آیتِ وراثت سے منسوخ مانا گیا ہے لیکن ابومسلم کہتے ہیں کہ دونوں آیتوں میں کوئی تناقض نہیں کیونکہ اس آیت میں وصیت کا اصطلاحی مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ یہاں وصیتِ الٰہی سے اللہ تعالیٰ کا حکم مراد ہے یعنی مرنے والے پر فرض ہے کہ اپنے والدین اور اقرباء کے لئے ان احکام پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت کرے جو اللہ تعالیٰ نے بیان کئے ہیں۔ تاکہ اس کا مال خدا کے قانون کے مطابق تقسیم ہو۔

**دوسری آیت** | وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (۲/۱۸۴) کہ اُن لوگوں کے کہ طاقت رکھتے ہیں اسکی۔ اور روزہ نہیں رکھتے بدلہ ہے کھانا ایک فقیر کا۔

مفسرین کے نزدیک اس آیت کی رُو سے پہلے زمانہ میں اجازت تھی کہ روزہ نہ رکھو اور فدیہ دیدو۔ لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا لیکن ابومسلم کہتے ہیں اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ تم میں سے جو بیمار ہوں یا سفر پر ہوں پس وہ روزے قضا کریں بعد از صحت یا سفر اور اس قضا کے ساتھ جو مسکین کو طعام کھلانے کی طاقت رکھتے ہوں وہ فدیہ بھی دیدیں۔ پس نسخ ثابت نہیں۔

**علمی افادہ** ۔ اس مقام پر ابومسلم کی تطبیق کے علاوہ صاحب المنار نے علامہ محمد عبدہ مصری کی بھی ایک تطبیق بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

"الطاقۃ در اصل مکنت و قدرت کے بالکل ادنیٰ درجے کا نام ہے۔ چنانچہ عرب اَطَاقَ الشَّیْءَ صرف

اس وقت کہتے ہیں جب اُن کی قدرت نہایت ضعیف ہو جائے یعنی بدشواری اسے برداشت کیا جا سکے۔ پس یُطِیْقُوْن سے مراد بوڑھے، ضعیف، اپاہج قسم کے لوگ ہیں جن کے اعذار دُور ہو جانے کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ ان سب کے لئے جائز ہے کہ وہ روزہ کی بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ سخت دشواری سے روزہ رکھ سکیں وہ فدیہ دے دیں۔"
(تفسیر المنار جلد ۲ مطبوعہ مصر)

## تیسری آیت

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ الآیۃ کہ تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔

اِس آیت کو مفسّرین نے أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ (۲/۱۸۸) (تمہارے لئے روزے کی رات میں اپنی عورتوں کی طرف رغبت کرنا حلال ہے) سے منسوخ قرار دیا ہے کیونکہ پہلی آیت کی تشبیہ سے یہ حکم نکلتا تھا کہ پہلے مذاہب کی طرح اسلام میں بھی رمضان کی راتوں میں عورتوں سے مجامعت حرام ہے لیکن دوسری آیت نے اِس امر کو حلال قرار دیا۔ لیکن ابومسلم کہتے ہیں کہ پہلی آیت میں اسلامی صوم کی پہلے صوم سے مطلق تشبیہ مقصود ہے، یہ مقصد نہیں کہ صوم کی پوری شرائط اور جزئیات بھی دونوں مذاہب میں برابر ہوں۔ پس دوسری آیت پہلی آیت کی تشریح ہے نہ کہ نسخ۔ نیز دوسری آیت کے آخر میں فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ کا مفہوم ابومسلم کے نزدیک صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں اجازت کے ساتھ رجوع کیا اور تم کو وسعت دی اور تخفیف کر دی (پہلی شرائع کی نسبت) اس کے یہ معنی نہیں کہ "عفا عن ذنوبکم" کہ خدا نے تمہارا گناہ معاف کر دیا کہ تم خفیہ اس فعل کا ارتکاب کرتے تھے۔ اور عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ کے معنے صرف یہ ہیں کہ اللہ نے جان لیا کہ تم نے اپنی جانوں سے بے وفائی کی اور ایک جائز چیز کو اپنے لئے ممنوع قرار دے کر اپنے نفوس کے حقوق میں کمی کی۔ اب یہ واضح احکام اسلئے دیئے جا رہے ہیں کہ اپنے نفس کے حقوق کی ادائیگی میں بے وفائی نہ کرو۔ انہیں پوری طرح ادا کرو۔ اللہ تعالےٰ نے خیانت کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ اُن کی جانوں کی خیانت کہا ہے۔ پس آیات میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

علیٰ ہذا القیاس تمام ان آیات کے جوابات حضرت امام رازیؒ نے مکمل طور پر ابومسلم کے اقوال کی روشنی میں بیان کئے ہیں۔ اگر پورا مطالعہ کرنا ہے تو رازیؒ کی تفسیر کبیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے

یا حال ہی میں ثقافت اسلامیہ پاکستان کے ادارہ نے تفاسیر ابو مسلم اصفہانی کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے اس کو مکمل طور پر پڑھنا چاہیئے۔

بہرحال یہ معمولی سا تعارف ہے امام ابو مسلم اصفہانی کا جنہوں نے لا نسخ فی القرآن کا دعویٰ کیا تھا اور اُن کے تتبع میں انفرادی طور پر علماء کی کثیر جماعت لا نسخ فی القرآن کی قائل ہے۔ مثلاً امام رازیؒ، محمد عبدہ مصری، مولانا علی حسین آف واں بھچراں، مولانا عبید اللہ سندھی وغیرہم +

ماہنامہ
# تحریک جدید
ربوہ

"اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار"

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں!

چندہ سالانہ:۔ صرف دو روپے

—— (مینجنگ ایڈیٹر)

بچوں اور بچیوں کا پیارا رسالہ

ماہنامہ
# تشحیذ الاذہان

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ بچوں اور بچیوں میں بہت مقبول ہو رہا ہے اور اس لحاظ سے بچوں کی تربیت میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ احمدی والدین سے پُرزور درخواست ہے کہ وہ اپنے بچوں کو گندے لٹریچر کی بجائے پاکیزہ اور مفید لٹریچر پڑھنے کو دیا کریں جس کی ایک صورت یہ ہے کہ اپنے بچوں کے نام رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کروائیں۔ رسالہ تشحیذ الاذہان آپ کے جگر گوشوں کی صحیح تربیت کے سلسلہ میں آپ کی مدد کرے گا۔ سالانہ چندہ مبلغ پانچ روپے ہے جو مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ربوہ کے نام ارسال کرنا ہوتا ہے۔

(مہتمم اطفال الاحمدیہ مرکزیہ)

# الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ھے

"الفردوس"

۸۵- انارکلی، لاہور

# عمارتی لکڑی

ھمارے ھاں

عمارتی لکڑی دیار، کیل، پڑتل، چیل

کافی تعداد میں موجود ہے

ضرورت مند اصحاب

ہمیں خدمت کا موقع دیکر مشکور فرمائیں

گلوب ٹمبر کارپوریشن

۲۵ نیو ٹمبر مارکیٹ لاہور- فون ۶۲۶۱۸

سٹار ٹمبر سٹور

۹۰- فیروز پور روڈ- لاہور

لائل پور ٹمبر سٹور

راجباہ روڈ- لائلپور- فون ۳۸۰۸

# مفید اور مؤثر دوائیں

## نور کاجل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ

آنکھوں کی خوبصورتی اور صحت کیلئے نہایت مفید
خارش، پانی بہنا، پھنی، ناخنہ، ضعف بصارت
وغیرہ امراض چشم کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ متعدد
جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ جوہر ہے جو عرصہ ساٹھ
سال سے استعمال میں ہے۔
خشک و تر قیمت فی شیشی سوا روپیہ

## تریاقِ اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ
کی بہترین تجویز، جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ
پیش کی جا رہی ہے۔
اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا یا پیدا ہونے کے بعد
جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا،
ان تمام امراض کا بہترین علاج۔
قیمت پندرہ روپے

## نور منجن

دانتوں کی صفائی اور صحت کیلئے ازحد ضروری ہے
یہ منجن دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی حفاظت اور
علاج کے لئے بہت مفید ہے۔
قیمت ایک روپیہ

## نورِ نظر

اولاد نرینہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ
کی بہترین تجویز جس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کے فضل
سے لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے۔
قیمت مکمل کورس پچیس ۲۵ روپے

**خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ۔ فون نمبر ۳۸**


(طابع و ناشر:۔ ابو العطاء جالندھری۔ مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے قبل اسلئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی کو ان وصایا میں سے کسی وصیت پر کسی جہت کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ دن کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں (۲) ان وصایا پر جو نمبر دیئے جا رہے ہیں وہ ہرگز وصیت نمبر نہیں ہیں بلکہ یہ مسل نمبر ہیں۔ وصیت نمبر صدر انجمن احمدیہ کی منظوری حاصل ہونے پر دیئے جائیں گے (۳) وصیت کنندگان و سیکرٹری صاحبان مال نوٹ فرمائیں۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

**نمبر ۱۹۴۸۲** میں حکیم عبدالعزیز ولد حکیم عطا محمد صاحب قوم ہیر احمدی پیشہ طبابت عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن کالیہ ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ نقد جمع شدہ روپیہ ۴۰۰ میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اسوقت مجھے مبلغ -/۲۰ روپے ماہوار آمد ہے میں تا زیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد حکیم عبدالعزیز۔ گواہ شد محمد موسیٰ سیکرٹری وصایا آنبہ۔ گواہ شد حکیم مولوی عبدالرحمن صدر جماعت آنبہ۔

**نمبر ۱۹۴۸۳** میں راجہ ناصر احمد ولد راجہ فضل داد خاں صاحب قوم راجپوت پیشہ طالب علمی عمر ۱۷ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں مجھے جیب خرچ ملتا ہے جو اسوقت -/ روپے ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد راجہ ناصر احمد متعلم تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔ گواہ شد عطاء اللہ ایم اے لیکچرار ٹی آئی کالج ربوہ۔ گواہ شد محمد سلطان اکبر ایم اے لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔

**نمبر ۱۹۴۸۴** میں محمد یوسف ولد حاجی محمد ابراہیم صاحب قوم راعیں پیشہ دکانداری عمر ۲۸ سال بیعت تقریباً ۱۹۶۱ء ساکن نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ دکان معہ زمین مالیتی -/۱۰۰۰ روپے میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اسوقت مجھے مبلغ -/۳۰ روپے ماہوار آمد ہے میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد محمد یوسف بقلم خود۔ گواہ شد محمد احمد اشرف معلم وقف جدید نوشہرہ ورکاں۔ گواہ شد محمد لطیف پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ نوشہرہ ورکاں۔

**نمبر ۱۹۴۸۵** میں محمد دین خان ولد سندھی خان صاحب قوم سیال پیشہ دکانداری عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن جھنگ صدر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے ایک ایکڑ اراضی مالیتی -/۱۰۰۰ میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اسوقت مجھے مبلغ -/۱۰ روپے ماہوار آمد ہے میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد محمد دین خان بقلم خود جھنگ صدر۔ گواہ شد ماسٹر علی محمد ولد کرم بخش صاحب وصیت ۱۳۸۲۲۔ گواہ شد عبدالحکیم اسلم ولد وصیت ۱۱۴۸۲۔

**نمبر ۱۹۴۸۶** میں محمد شریف ولد شیخ دین محمد قوم قریشی پیشہ واقف زندگی عمر ۲۹ سال بیعت ۱۹۴۴ء ساکن قمر آباد ضلع نوابشاہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/۸۰ روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد محمد شریف قریشی معلم وقف جدید قمر آباد براستہ مورو ضلع نوابشاہ۔ گواہ شد قمر الدین پریذیڈنٹ قمر آباد۔ گواہ شد کریم بخش قمر آباد ضلع نوابشاہ۔

**نمبر ۱۹۴۸۷** میں رانا منور احمد خان ولد چوہدری نصر اللہ خان صاحب قوم راجپوت بھٹی پیشہ تعلیم عمر ۱۴ سال پیدائشی احمدی ساکن ۱۰۲ نہر فتح ضلع بہاولنگر بقائمی ہوش و حواس

بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۲۵ ۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں مجھے جیب خرچ ملتا ہے جو اسوقت -/۱ روپیہ ماہوار ہے میں تازیست اپنی
ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز
کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت
تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد رانا منور احمد خان بقلم خود متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ۔ گواہ شد عبد الستار خان متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ۔ گواہ شد ناصر احمد قمر متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ۔

**نمبر ۱۹۴۹۴** میں سید احمد ولد چوہدری فضل داد صاحب مرحوم قوم بھٹی پیشہ زمینداری عمر ۶۵ سال پیدائشی احمدی ساکن چک ۱۹۶ ر ب ضلع لائلپور بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۸ ۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ زرعی اراضی ۶۱/۲ ایکڑ -/۹۵۰۰ روپیہ میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے
۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائداد یا آمد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ
وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔
العبد بقلم خود سید احمد۔ گواہ شد سلطان احمد ولد ڈاکٹر نذر احمد صاحب۔ گواہ شد شریف احمد بقلم خود پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ چک ۱۹۶ ر ب۔

**نمبر ۱۹۴۹۷** میں صدیق احمد منور ولد بہاء الدین صاحب ٹھیکیدار قوم گل پیشہ تعلیم عمر ۲۲ سال تقریباً پیدائشی احمدی ساکن ربوہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر
اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۱۸ ۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/۱۴۰ روپیہ ہے میں تازیست اپنی
ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو
دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ
ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد صدیق احمد منور دار الرحمت غربی ربوہ۔ گواہ شد حمید اللہ سیکرٹری مال دار الرحمت غربی ربوہ۔ گواہ شد عبد الحق

**نمبر ۱۹۴۹۹** میں نور الحق بٹ ولد خواجہ عبد الحق صاحب قوم بٹ پیشہ دکانداری عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن گوجرہ ضلع لائلپور بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۱۲ ۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/۱۵۰ روپیہ ہے میں تازیست
اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا
رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت
تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد نور الحق بٹ۔ گواہ شد محمود احمد سیکرٹری مال گوجرہ۔ گواہ شد عبد الرشید زعیم مجلس انصار اللہ گوجرہ۔

**نمبر ۱۹۵۰۴** میں راجہ احمد بخش ولد میاں سلطان قوم جنجوعہ پیشہ دکاندار عمر ۶۲ سال اندازاً بیعت ۱۹۴۲ء ساکن ساہیوال ضلع سرگودہا بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۱۹ ۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے (۱) مکان مالیتی -/۴۰۰۰ روپے (۲) دکان مالیتی -/۲۵۰۰ روپے
کل جائداد -/۶۵۰۰ روپے میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو
اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان
ربوہ ہوگی اسوقت مجھے مبلغ -/۱۰۰ روپے ماہوار آمد ہے میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا میری یہ وصیت تاریخ
تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد راجہ احمد بخش ساہیوال ضلع سرگودہا۔ گواہ شد راجہ محمد یعقوب سیکرٹری مال ساہیوال ضلع سرگودہا۔ گواہ شد عبد العزیز شاہ۔

**نمبر ۱۹۵۰۵** میں راجہ محمد یعقوب ولد راجہ احمد بخش صاحب قوم جنجوعہ پیشہ دکاندار عمر ۳۴ سال اندازاً پیدائشی احمدی ساکن ساہیوال ضلع سرگودہا بقائمی
ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۱۶ ۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/۱۰۰ روپیہ ہے میں تازیست
اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا
رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے
نافذ کی جائے۔ العبد راجہ محمد یعقوب ساہیوال ضلع سرگودہا۔ گواہ شد محمد مختار دکاندار ساہیوال ضلع سرگودہا۔ گواہ شد محمد سعید انسپکٹر بیت المال وصیت ۶۴۲۹۔

**نمبر ۱۹۵۱۲** میں محمد محمود اقبال ولد ملک غلام محمد صاحب ... قوم ... پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن ... ضلع لائلپور بقائمی ہوش و حواس

[illegible] ... وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے ... زرعی اراضی ۔۱۔۱ ... روپے ۔ میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی
وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں ۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز
میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی ۔ اسوقت مجھے مبلغ ۔/۲۰۰ روپیہ ماہوار آمد ہے میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگا
۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے ۔ العبد محمد محمود داتبال 1018/B اندرون لوہاری منڈی لاہور
گواہ شد محمد صدیق شاکر صدر حلقہ بھاٹی گیٹ لاہور ۔ گواہ شد بشیر احمد موصی نمبر ۱۵۹۵۵ ۔

نمبر ۱۹۵۱۶ میں چوہدری منور محمود قمر ولد چوہدری غلام رسول صاحب قوم جٹ کاہلوں پیشہ معلم وقف جدید عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن مانگا ضلع سیالکوٹ
بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۶۸/۲/۱۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت ۔/۹۰ روپیہ ہے
میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز
کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی ۔ العبد منور محمود قمر معلم
وقف جدید مانگا ضلع سیالکوٹ ۔ گواہ شد [illegible] دار محمد معلم وقف جدید ربوہ ۔ گواہ شد محمد افضل واقف زندگی معلم وقف جدید ربوہ ۔

نمبر ۱۹۵۱۸ میں چوہدری ناصر احمد ولد چوہدری فضل احمد صاحب قوم گوجر پیشہ واقف زندگی عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ (حال سیرالیون)
بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۶۸/۲/۱۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے ۔ مکان واقع ربوہ ۔/۱۰۰۰ روپے ۔
میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز
کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی ۔ اسوقت
مجھے مبلغ ۔/۱۵۰ پونڈ ماہوار آمد ہے میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے
العبد چوہدری ناصر احمد مبلغ جماعت ہائے احمدیہ سیرالیون ۔ گواہ شد بشیر احمد اختر ولد محمد دین صاحب احمدیہ سیکنڈری سکول بو سیرالیون ۔ گواہ شد ضیاء اللہ حکیم ولد چوہدری عزیز اللہ صاحب ۔

نمبر ۱۹۵۲۱ میں ملک برکت علی ولد نتھو صاحب قوم اعوان پیشہ زمیندار عمر ۹۰ سال بیعت ۱۹۰۵ء ساکن ملکے کلاں ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ
۶۸/۳/۱۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے ۔ زرعی اراضی ۴ بیگھے مالیتی ۔/۴۰۰۰ روپے ۔ میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن
احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں ۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد یا آمد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو
ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے ۔ العبد ملک برکت علی ولد نتھو صاحب ملکے کلاں ضلع
سیالکوٹ ۔ گواہ شد صوبیدار محمد حسین ولد میاں فضل دین صاحب ۔ گواہ شد پیر محمد ولد چوہدری نور احمد صاحب ملکے کلاں ضلع سیالکوٹ ۔

نمبر ۱۹۵۲۲ میں شاہ زمان احمد لودھی ولد ولی محمد خان صاحب لودھی قوم لودھی پٹھان پیشہ ملازمت عمر ۴۴ سال پیدائشی احمدی ساکن شہر لائلپور بقائمی ہوش وحواس
بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۶۸/۳/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت ۔/۲۵۰ روپیہ ہے میں تازیست اپنی ماہوار
آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر
بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے ۔ العبد
شاہ زمان احمد لودھی حق منزل گلی ملا طارق آباد شہر لائلپور ۔ گواہ شد محمد صدیق محمود پریذیڈنٹ حلقہ طارق آباد لائلپور ۔ گواہ شد رشید احمد اختر وصیت نمبر ۱۹۱۲۹ ۔

نمبر ۱۹۵۲۳ میں برکت علی ولد علی شیر صاحب قوم جٹ پیشہ تجارت عمر ۲۹ سال پیدائشی احمدی ساکن شہر لائلپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۶۸/۳/۵
حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت ۔/۱۵۰ روپیہ ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت
بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا
جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی ۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے ۔ العبد برکت علی ولد علی شیر صاحب
فیکٹری ایریا لائلپور ۔ گواہ شد سید حاکم شاہ فیکٹری ایریا لائلپور ۔ گواہ شد مبارک احمد گجراتی فیکٹری ایریا لائلپور ۔

[illegible] میں ملک غلام نبی ولد مولوی ... محمد صاحب قوم کھوکھر پیشہ تبلیغ عمر ۴۲ سال پیدائشی احمدی ساکن ... افریقہ ... بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ ۱۰/۴/۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ ایک قطعہ زمین دس مرلے واقع ربوہ /۱۰۰۰ روپے میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے
۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی
ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی۔ اسوقت مجھے مبلغ /۲۰۰ ... ماہوار آمد ہے میں تا زیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی
۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد ملک غلام نبی مبلغ غانا افریقہ۔ گواہ شد محمد لطیف
ولد چوہدری شیر محمد صاحب نمبردار۔ گواہ شد قریشی مبارک احمد ولد قریشی عبدالرحمٰن صاحب۔

نمبر ۱۹۵۲۷ میں قریشی مبارک احمد ولد قریشی عبدالرحمٰن صاحب قوم قریشی پیشہ تبلیغ عمر ۲۹ سال پیدائشی احمدی ساکن غانا ضلع غانا بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ ۱۱/۴/۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت /۲۰ ... ہے میں اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت
بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری
وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد قریشی مبارک احمد شاہد
مبلغ اسلام غانا۔ گواہ شد محمد لطیف ولد چوہدری شیر محمد صاحب گھانا۔ گواہ شد محمد صدیق شاہد ولد کرم دین صاحب غانا۔

نمبر ۱۹۵۲۹ میں شہزادہ عبدالشکور دہلوی ولد ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب مرحوم قوم قریشی پیشہ تجارت عمر ۳۲ سال پیدائشی احمدی ساکن سرگودھا بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۴/۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ سرمایہ جو دکان میں لگا ہوا ہے /۴۰۰۰ روپے میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ
کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری
وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اسوقت مجھے مبلغ /۴۰۰ روپے ماہوار آمد ہے میں تا زیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل
خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد شہزادہ عبدالشکور دہلوی گلی ... مکان ... کچہری بازار سرگودھا
گواہ شد عبدالغفار خان بقلم خود سرگودھا۔ گواہ شد نثار احمد بقلم خود نائب قائد خدام الاحمدیہ سرگودھا۔

نمبر ۱۹۵۳۰ میں حافظ محمد صدیق ولد قریشی محمد شفیع صاحب قوم قریشی پیشہ طالبعلم عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ ۲۰/۴/۶۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں مجھے بیس روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ
کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی
ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد
حافظ محمد صدیق الکیمسٹس گولبازار ربوہ۔ گواہ شد محمد شفیع الکیمسٹس گولبازار ربوہ۔ گواہ شد محمد صدیق صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ ۲۰/۴/۶۹

نمبر ۱۹۵۳۱ میں شریف احمد ولد مولوی صالح محمد صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۴۴ سال پیدائشی احمدی ساکن اسلام آباد ضلع راولپنڈی بقائمی
ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴/۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت /۴۷۰ روپیہ ہے میں تا زیست اپنی
ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر
بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی
جائے۔ العبد شریف احمد ولد مولوی صالح محمد صاحب 3/7 G-6 603-B/ اسلام آباد۔ گواہ شد عبدالحق ورک امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد۔ گواہ شد شیخ عبداللطیف سیکرٹری اصلاح و ارشاد

نمبر ۱۹۵۳۲ میں چوہدری عبدالحق ورک ولد چوہدری جلال الدین صاحب ورک قوم جٹ ورک پیشہ ملازمت عمر ۶۵ سال بیعت ۱۹۲۴ء ساکن اسلام آباد ضلع راولپنڈی
بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴/۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے (۱) زرعی زمین ... واقع موضع ... ضلع سیالکوٹ ... مالیتی /۳۰۰۰۰ روپے (۲) ... زمین ... ضلع ... ایکڑ ... /۳۰۰۰ روپے (۳) سکنی زمین واقع دارالعلوم ربوہ ایک کنال مالیتی /۶۰۰۰ روپے
... /۲۰۰۰ روپے ... میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

... بقدر ہوگی یا کوئی جائداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع ... اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی
۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی۔ اسوقت مجھے مبلغ -/۲۰۰ روپے ماہوار ملتے ہیں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ
کرتا رہونگا میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد عبدالشافی ورک امیر جماعت احمدیہ E/8-67/6 اسلام آباد۔ گواہ شد فیروز الدین اسلام آباد۔ گواہ شد شیخ عبداللطیف اسلام آباد۔

نمبر ۱۹۵۲۳ میں خواجہ داؤد احمد ولد خواجہ محمد عبداللطیف صاحب قوم ارائیں پیشہ ملازمت عمر ۲۹ سال پیدائشی احمدی ساکن اسلام آباد ضلع راولپنڈی بقائمی ہوش و
حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۱۰/۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/۲۰۴ روپے ہے میں تازیست اپنی آمد
کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی
یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔
العبد خواجہ داؤد احمد کوارٹر A/81 جی - 7-3 /3 اسلام آباد۔ گواہ شد میر احمد نعیمی ولد بشیر احمد صاحب سنوری اسلام آباد۔ گواہ شد شریف احمد ابن مولوی محمد صالح صاحب اسلام آباد۔

نمبر ۱۹۵۲۴ میں نقی الدین ولد عبدالرحیم شاہ صاحب قوم سید پیشہ طالب علم عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی ساکن میلسی ضلع ملتان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ ۱۶/۲/۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں مجھے اسوقت ... روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا
جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا
اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی
جائے۔ العبد محمد نقی الدین ولد عبدالرحیم شاہ میلسی ضلع ملتان۔ گواہ شد ڈاکٹر عزالدین صدر موصیان جماعت احمدیہ ملتان۔ گواہ شد الطاف الرحمن معرفت چوہدری علی اکبر صاحب ربوہ۔

نمبر ۱۹۵۲۶ میں غلام رسول ولد فضل دین صاحب قوم کشمیری ڈار پیشہ ملازمت عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ ۱/۳/۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/۶۰ روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی
ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ
وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔
العبد غلام رسول مالی نصرت گرلز ہائی سکول ربوہ۔ گواہ شد ملک محمد رفیق صدر محلہ دارالصدر غربی ربوہ۔ گواہ شد عطاء الکریم ایم اے لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔

نمبر ۱۹۵۲۷ میں حافظ محمد حیات ولد نور زمان صاحب قوم کھوکھر پیشہ طالب علم عمر ۱۷ سال پیدائشی احمدی ساکن لالیاں ضلع جھنگ بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴/۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں مجھے -/۵ روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی
ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی
یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔
العبد ... محمد حیات بقلم خود۔ گواہ شد محمد شریف متعلم خود صدر موصیان گوجرہ۔ گواہ شد غلام محمد سیکرٹری مال۔

نمبر ۱۹۵۲۸ میں نصیر احمد گورایہ ولد چوہدری بشیر احمد صاحب قوم جٹ گورایہ پیشہ طالب علمی عمر ۱۵ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج
بتاریخ ۸/۲/۶۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں مجھے -/۱۰ روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت
بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات
پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد نصیر احمد گورایہ محلہ
دارالصدر غربی (الف) ربوہ۔ گواہ شد ملک محمد رفیق صدر محلہ دارالصدر غربی ربوہ۔ گواہ شد پروفیسر عطاء الکریم ایم اے ربوہ۔

نمبر ۱۹۵۲۹ میں عبدالغنی زاہد ولد چوہدری عبدالرحمن خان کاٹھگڑھی قوم راجپوت پیشہ تعلیم عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ ۸/۲/۶۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/۲۰ روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی
۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز

[illegible]
شرقی ربوہ ۔ گواہ شد عبدالسمیع ولد عبدالرحیم خان دارالصدر ۔ گواہ شد منور احمد انور کارکن دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ ۔

**نمبر 1950** میں چوہدری نذیر احمد ولد چوہدری قائم علی مرحوم قوم سندھو جٹ پیشہ ملازمت عمر 31 سال پیدائشی احمدی ساکن میاں چنوں ضلع ملتان بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 4/5/56 حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے ۔ اراضی زرعی 2½ ایکڑ واقع ... 1000 روپیہ میں اپنی متذکرہ
بالا جائداد کے 1/10 حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں ۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی
ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اسوقت مجھے 154 روپے ماہوار آمد ہے میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ
داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا ۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے ۔ العبد نذیر احمد بقلم خود قائد خدام الاحمدیہ میاں چنوں ۔
گواہ شد سراج الحق قریشی ایم ۔ اے لیکچرار میونسپل کالج میاں چنوں ۔ گواہ شد غلام رسول سیکرٹری مال میاں چنوں ۔

**نمبر 1951** میں سید نصیر احمد ولد سید ناظر حسین صاحب قوم سید پیشہ طالبعلمی عمر 23 سال پیدائشی احمدی ساکن کراچی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ
22/4/56 حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/120 روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ
کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت
حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی ۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے ۔
العبد سید نصیر احمد ولد سید ناظر حسین صاحب ۔ گواہ شد ایم اسلم امتیاز نائب سیکرٹری وصایا کراچی ۔ گواہ شد شیخ رفیع الدین احمد مرکزی سیکرٹری وصایا کراچی ۔

**نمبر 1952** شیخ حبیب احمد ولد میاں غلام محمد صاحب قوم شیخ انصاری پیشہ دستکاری عمر 44 سال بیعت 1926ء ساکن لائلپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ 12/4/56 حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے مکان واقع غلام محمد آباد لائلپور مالیتی -/1800 روپیہ میں اپنی متذکرہ بالا جائداد کے 1/10 حصہ
کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی
نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی اسوقت مجھے -/160 روپے ماہوار آمد ہے میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی
1/10 حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا ۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے ۔ العبد شیخ حبیب احمد کالونی غلام محمد آباد
لائلپور ۔ گواہ شد فضل الدین سنگوی سیکرٹری وصایا لائلپور ۔ گواہ شد عبدالقیوم پریذیڈنٹ حلقہ غلام محمد آباد لائلپور ۔

**نمبر 1953** میں سلمان احمد خان ولد عباس احمد خان قوم پٹھان پیشہ طالبعلمی عمر 15 سال پیدائشی احمدی ساکن لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ 14/4/56 حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں ہے مجھے پندرہ روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی
ہوگی 1/10 حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر
بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی ۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر
سے منظور فرمائی جائے ۔ العبد سلمان احمد خان ... ماڈل ٹاؤن لاہور ۔ گواہ شد عباس احمد خان والد الموصی ۔ گواہ شد عبدالرحمن شاکر ربوہ ۔

**نمبر 1955** میں محمد یوسف ولد حاجی عیسے صاحب قوم کھرل پیشہ ملازمت عمر 30 سال پیدائشی احمدی ساکن کالیہ ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 12/4/56 حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/55 روپیہ ہے میں تازیست
اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا
رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور
فرمائی جائے ۔ العبد بقلم خود محمد یوسف ۔ گواہ شد حکیم عبدالرحمن صدر جماعت ... شیخوپورہ ۔ گواہ شد حاجی عیسے سیکرٹری تحریک جدید ...

**نمبر 1956** میں محمد ابراہیم ولد شیخ محمد بوٹا صاحب قوم شیخ پیشہ دکانداری عمر 60 سال بیعت 1926ء ساکن سکھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 11/4/56
حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے ۔ اثاثہ دکان مالیتی -/1500 روپیہ میں اپنی متذکرہ بالا جائداد کے 1/10 حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا

ہوگی اور اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع بھی ریہ دارز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ
کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی اسوقت مجھے مبلغ ۱۰ روپے ماہوار آمد ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ
کرتا رہونگا میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد محمد ابراہیم سکھو گواہ شد قریشی عبد الرحمن صدر موضع میاں سکھر۔ گواہ شد محمد عبد الخالق ٹھیکیدار۔

نمبر ۱۹۵۶۱ میں عبد البصیر ولد گروپ کیپٹن شیخ عبد الحی صاحب قوم شیخ تا ذنگو پیشہ طالبعلمی عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن کراچی ۸ بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں مجھے اسوقت ۱۵ روپے جیب خرچ ملتا ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا
جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی
یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔
العبد عبد البصیر۔ گواہ شد ایم اسلم امتیاز نائب سیکرٹری وصایا جماعت احمدیہ کراچی۔ گواہ شد شیخ رفیع الدین احمد مرکزی سیکرٹری وصایا جماعت احمدیہ کراچی۔

نمبر ۱۹۵۶۴ میں ادریس احمد ولد مہرالدین صاحب قوم گل پیشہ ملازمت عمر تقریباً ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ ۱/۱۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اسوقت ۱۱۵/- روپیہ ہے میں تا زیست اپنی ماہوار
آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو
دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری
یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد ادریس احمد بقلم خود۔ گواہ شد حمید اللہ سیکرٹری مال دار الرحمت غربی ربوہ۔ گواہ شد عبد الرفیق آصف دار الرحمت غربی ربوہ۔

نمبر ۱۹۵۶۶ میں سید محمد ولد محمد سبحان صاحب قوم مہر پیشہ زمینداری عمر ۶۰ سال بیعت ۱۹۲۰ء ساکن چک ۲۲ ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج
بتاریخ ۱/۱۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ زرعی اراضی سولہ ایکڑ قیمتی ۲۸۰۰۰/- روپے میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت
بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد یا آمد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی
نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد
سید محمد پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چک ۲۲ ضلع شیخوپورہ۔ گواہ شد جلال الدین ولد سید محمد صاحب۔ گواہ شد علم دین ولد علی محمد صاحب۔

نمبر ۱۹۵۶۷ میں حیدر علی ظفر ولد رستم صاحب قوم راجپوت پیشہ طالبعلم عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ ضلع جھنگ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ ۱۳/۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت کوئی نہیں مجھے اسوقت ۱۰/- روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی
ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور
اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ
فرمائی جائے۔ العبد حیدر علی ظفر جامعہ احمدیہ۔ گواہ شد محمد انیس الرحمن صادق بنگالی۔ گواہ شد قاضی نعیم الدین احمد ۱۳/۳۔

نمبر ۱۹۵۶۸ میں محمد انیس الرحمن صادق بنگالی ولد قدرت اللہ صاحب قوم مسلم پیشہ طالبعلم عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت کوئی نہیں۔ اسوقت مجھے ۱۰/- روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے میں تا زیست
اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز
کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت
تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد محمد انیس الرحمن صادق بنگالی۔ گواہ شد سید منصور احمد بشیر وکالت تبشیر۔ گواہ شد محمد سرفراز کارکن دفتر وقف جدید۔

نمبر ۱۹۵۶۹ میں رانا مبارک احمد ولد رانا محمد یعقوب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۳۱ سال پیدائشی احمدی ساکن بہاولپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ ۱۱/۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ ایک عدد سکوٹر قیمتی ۲۰۰۰/- روپے
میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا

اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی اسوقت مجھے ۱۵۱ روپے ہوار آمد ہے جو تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد رانا مبارک احمد سیکرٹری مال و قائد جماعت احمدیہ بہاولپور۔ گواہ شد محمد اشرف ناصر شاہد مربی سلسلہ و پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ بہاولپور۔ گواہ شد واحد بخش موصی نمبر ۵۲۷۳ بہاولپور۔

**نمبر ۱۹۵۷۱** میں برکت الرحمٰن ولد عبد الرحمٰن صاحب مرحوم قوم ارائیں پیشہ تجارت عمر ۳۰ سال بیعت ۱۹۲۶ء ساکن بہاولپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹/۲/۱۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے (۱) مکان پختہ واقع بہاولپور مالیتی -/۳۲۲۲ روپے (۲) تین پلاٹ عیدزمین -/۲۲ ۲۲ روپے میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی۔ اسوقت مجھے مبلغ -/۱۰۰ روپے ہوار آمد ہے جو تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد برکت الرحمٰن گواہ شد محمد اشرف ناصر شاہد مربی سلسلہ و صدر جماعت احمدیہ بہاولپور۔ گواہ شد رانا مبارک احمد سیکرٹری مال جماعت احمدیہ بہاولپور۔

**نمبر ۱۹۵۷۵** میں محمد احمد بھٹی ولد مبارک احمد بھٹی قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ (حال لندن) بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶۹/۱/۲۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ مکان واقع فیکٹری ایریا ربوہ مالیتی -/۱۰۰۰ روپے میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی۔ اسوقت مجھے مبلغ -/۲۰۰ شلنگ ماہوار آمد ہے میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد محمد احمد بھٹی۔ گواہ شد لطیف احمد

**نمبر ۱۹۵۷۷** میں مولوی امیر الدین ولد دوست محمد صاحب قوم جنجوعہ عمر ۷۰ سال بیعت ۱۹۲۲ء ساکن خلیل آباد ضلع میرپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶۹/۳/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ کمرہ مالیتی -/۴۰۰ روپے۔ میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی۔ اسوقت مجھے مبلغ پندرہ روپے ماہوار آمد ہے میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد امیر الدین بقلم خود۔ گواہ شد سید محمد سیکرٹری مال۔ گواہ شد محبوب احمد مبشر۔

**نمبر ۱۹۵۷۸** میں رفیق احمد ولد حکیم محمد جمیل صاحب قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن اسلام آباد ضلع راولپنڈی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج ۶۹/۴/۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/۲۷۰ روپے ہے میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد رفیق احمد 380-C G-6/2 Area اسلام آباد۔ گواہ شد شریف احمد سیکرٹری مال اسلام آباد۔ گواہ شد عبدالحق ورک امیر جماعت اسلام آباد۔

**نمبر ۱۹۵۸۲** میں نذیر احمد خادم ولد چوہدری احمد دین صاحب قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن چک 184/7-R ضلع بہاولنگر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶۹/۱/۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/۱۲۰ روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد نذیر احمد خادم چک 184/7-R ضلع بہاولنگر حال گھٹیالیاں۔ گواہ شد چوہدری محمد طفیل سعید گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد خورشید احمد ولد غلام حسین صاحب گھٹیالیاں۔

## جناب حافظ شفیق احمد صاحب مرحوم

ضرت حافظ شفیق احمد صاحب ضلع سہارنپور
ے ایک متدین خاندان کے فرد تھے ۔ بچپن میں
فظ قرآن کریم کیا ۔ اللہ تعالیٰ نے حافظہ کیساتھ
وش الحانی بھی عطا فرمائی تھی ۔ آغاز جوانی
ے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے ۔ آخر تک
دمت دین اور تعلیم قرآن مجید ان کا شغل رہا ۔
نجاں مرنج بزرگ تھے ۔ مدرسہ احمدیہ کی
فظ کلاس کے انچارج تھے ۔ متعدد طلباء کو
ظ قرآن کرایا ۔ ۵۶ سال کی عمر میں فوت
ئے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے ۔ ان
، تین بھائی جناب قیس مینائی کراچی ،
دالسلام صاحب اور محمد یعقوب صاحب، احمدی
ں جناب حافظ صاحب مرحوم اپنے پیچھے اپنی
لیہ کے علاوہ اکلوتا فرزند عزیزم انیس احمد
وڑ گئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات
د فرمائے اور پسماندگان کا حامی و محافظ ہو آمین

## جناب قریشی یونس احمد صاحب اسلم درویش مرحوم

ہمارے مخلص دوست عزیز قریشی یونس احمد صاحب اسلم ادیب فاضل ۱۵ جون ۱۹۶۸ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے ۔ مرحوم نہایت خلیق اور خوش الحان تھے ۔ ۱۹۲۲ میں پیدا ہوئے تھے ان کے والد صاحب محترم ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم کو خواب میں یونس احمد نام رکھنے کا ارشاد ہؤا تھا ۔ میٹرک کے بعد مرحوم نے ادیب فاضل کیا ۔ علم دوست انسان تھے ۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے وقت قادیان میں رہ کر درویشانہ زندگی اختیار کی ۔ مندرجہ بالا فوٹو ۱۹۵۰ء کا ہے ۔ وفات کے وقت ۴۶ سال عمر تھی ۔ ساری زندگی خدمت دین میں گزاری ۔ آخر میں اخبار بدر قادیان کے مینجر تھے ۔

اپنے پیچھے غمزدہ بیوہ کے علاوہ پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں چھوڑ گئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو آمین

Regd. No. L 5708 July 1969

# Monthly Al-Furqan Rabwah

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتابوں کی نمائش

کتب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس روزہ نمائش
از ۲۹ مئی تا ۱۸ جون منعقدہ احمدیہ دارالمطالعہ بندر روڈ کراچی
کی افتتاحی تقریب کا منظر ۔ جسٹس قدیرالدین جج ہائیکورٹ
کراچی افتتاح کے بعد نمائش میں کتب کو ملاحظہ فرما رہے ہیں

nly Title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah